تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ
یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ
کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے ۹۵ اور
اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
دیئے ہم نے عیسٰے مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح
الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
القدس یعنی جبرئیل سے ۹۶ اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں
بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ
کے پیچھے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کے پاس (توحید کے) واضح دلائل ۹۷ لیکن
اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ
ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لائے اور کوئی کافر ہوا
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ
اور اگر چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے
مَا يُرِيْدُ ۲۵۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا
جو چاہے ۹۸ اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ
ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت
وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ
ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ۹۹ کیونکہ جو کافر ہیں وہی ہیں
الظّٰلِمُوْنَ ۲۵۴ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ
ظالم (مشرک)، ف۱ اللہ اس کے سوا کوئی عبادت (پکار) ۱۰۰ کے لائق نہیں (وہی ہے) زندہ سب

منزل ۱

ع ۳۳ ۵ ۱

۱ تمہید برائے علت ثانیہ قتال ۱۲

۲ قتال کی علت ثانیہ (ابتلاء) ۱۲

۳ ذکر مضمون انفاق پانچویں بار ۱۲

۴ ذکر دعوای توحید نفی شفاعت قہری بار اول نفی شفاعت قہری ۱۲

۵ سات دلیلوں پر نفی توحید کی پہلی عقلی دلیل ۱۲

۹۵ امام رازی امام ابومسلم سے ناقل ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے ہے۔ پہلے اللہ نے اسرائیلیوں اور عیسائیوں کی کجروی اور کج بحثی کا ذکر کیا۔ چنانچہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہم کو خدا کی ذات کا آنکھوں سے مشاہدہ کرا دو اور بت پرستوں کی طرح ہمارے لئے بھی ایک معبود مقرر کر دو (یہ مطالبہ سورہ اعراف ع ۱۶ میں جو پہلے نازل ہو چکی تھی مذکور ہے) اسی طرح حضرت عیسے علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کرنا حضرت شموئیل سے امیر مقرر کرنے کا مطالبہ کرنے کے بعد طالوت کی امارت پر اعتراض کرنا وغیرہ۔ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام بڑی شان اور بزرگی والے تھے۔ ان کی قوموں کا رویّہ آپ نے دیکھ لیا۔ لہٰذا اگر آپ کی قوم بھی قیام معجزات اور وضوح دلائل کے باوجود ایمان نہیں لاتی تو اس پر غمگین اور دلگیر ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمام انبیاء اور اقوام عالم میں اللہ کا دستور یہی ہے (من الکبیر ملخصاً ص۱۵۴ ج۲) حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ کی تمام نوری، ناری اور خاکی مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔ البتہ ان کے درجات باہم متفاوت ہیں۔ ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسرے کو حاصل نہیں۔ آگے اس کی تمثیل ہے۔ من كلم الله سے حضرت موسے علیہ السلام مراد ہیں۔ جن سے اللہ نے کوہِ طور پر بلا واسطہ کلام فرمایا اور رفع بعضهم درجت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ المكلم موسىٰ عليه السلام (قرطبی ص۲۶۴ ج۳، مدارک ص۹۹ ج۱) والمراد ببعضهم هٰهنا النبى صلى الله عليه وسلم كما ينبئ عنه الاخبار بكونه صلى الله عليه وسلم منهم (روح ص۲ ج۳، مدارک قرطبی)

۹۶ بینات سے معجزات اور انجیل کی آیاتِ واضحہ مراد ہیں۔ روح القدس اور تائید کی تفسیر رکوع ۱۱ میں گذر چکی ہے۔ امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ بعض انبیاء کو بعض پر جزوی فضیلت ہے۔ لیکن تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم ہیں۔ اجمعت الامة على ان بعض الانبياء افضل من بعض وعلى ان محمدا صلى الله عليه وسلم افضل من الكل (کبیر ص۱۵۴ ج۲)

۹۷ اگر اللہ چاہتا تو وہ دین حق کے واضح ہو جانے کے بعد تمام لوگوں کو توحید پر قائم رکھتا اور ان میں اختلاف واقع نہ ہونے دیتا اور اس طرح جنگ و جدال کی نوبت ہی نہ آتی۔ ولكن اختلفوا ۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اللہ نے لوگوں سے اختیار چھین کر ان کو توحید قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ کیونکہ جبری ایمان مطلوب نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کرتا تو ثواب و عقاب کا سلسلہ خدا کی حکمت بالغہ کے سراسر منافی اور بالکل بے معنی ہوتا۔ نیز اس طرح ابتلاء اور آزمائش کی حکمت فوت ہو جاتی۔ جو رسالت و نبوت کا اصل مدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیج کر اور ان کے ذریعے ایمان و توحید کا راستہ دلائل و بینات سے واضح فرما کر بندوں کا امتحان کیا کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اس لئے اللہ نے بندوں پر جبر نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اختیار دیا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے اختیار اور پسند کے مطابق حق و باطل میں سے کوئی ایک راستہ منتخب کریں۔ اس لئے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کسی نے ایمان اور توحید کی راہ اختیار کی اور کسی نے شرک و کفر کا راستہ لیا۔ ولو شآء الله ما اقتتلوا حضرت شیخ نے فرمایا ولو شآء الله ما اقتتل کا

موضح قرآن ف۱ یعنی عمل کا وقت ابھی ہے۔ آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ
کا تھامنے والا، نہیں پکڑ سکتی اسکو اونگھ اور نہ نیند　اسی کا ہے جو کچھ　آسمان　اور
مَا فِى الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا
زمین میں ہے ف۱　ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر
بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ
اجازت سے (وہی) جانتا ہے جو کچھ ان (سفارش کرنیوالوں) کے روبرو ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے ف۲
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ
گنجائش ہے اس کی کرسی (علم اور قدرت) میں تمام آسمانوں اور زمین کو　اور گراں نہیں اسکو
حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِى
تھامنا ان کا　اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا　زبردستی نہیں
الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَىِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ
دین کے معاملہ میں ف۳　بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت　گمراہی سے　اب جو کوئی انکار
بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
کرے غیر اللہ (کے معبود ہونے) سے اور یقین لاوے (صرف) اللہ (کی عبادت) پر تو اس نے پکڑ لیا
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
حلقہ　مضبوط　جو ٹوٹنے والا نہیں ف۴　اور اللہ سب کچھ سنتا
عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
جانتا ہے ف　اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا　نکالتا ہے ان کو
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اندھیروں سے　روشنی کی طرف ف۵　اور جو لوگ　کافر ہوئے

منزل ۱

ف۱ ذکر قتال چھٹی بار ۱۲

ف۲ قانون اول برائے مومنین ۱۲

ف۳ قانون ثانی برائے مشرکین ۱۲

لئے ہیں اس جملے کا اعادہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اس پر مرتب ہو سکے۔ یہ اعادہ، اعادہ لبعد العہد کے قبیل سے ہے۔ لوگوں میں دین کا اختلاف اور پھر اس اختلاف کی بناء پر جنگ و قتال یہ سب کچھ خدا کے تصرف و اختیار سے باہر نہیں۔ اگر وہ چاہتا تو اس اختلاف اور باہمی قتال کو روک سکتا تھا۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگوں کو ایک راہ پر چلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اختیار سے جونسی راہ چاہیں اختیار کریں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وجوب اور مشروعیت قتال کی ایک علت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ میں بیان ہو چکی ہے اور یہ مشروعیت قتال کی دوسری علت ہے یعنی اگر اللہ چاہتا تو جہاد و قتال کے بغیر ہی سب لوگوں کو دین حق اور توحید پر متفق کر دیتا۔ لیکن اس نے بندوں کے ابتلاء و امتحان کے لئے ان پر قتال واجب کر دیا ہے۔ ان آیات کا خلاصۂ ربط یہ ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ سے مشروعیت جہاد کی علت بیان فرما کر تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ الآیۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بیان کی کیونکہ ان مذکورہ واقعات کی خبر آپ کو نہ تھی۔ یہ سب کچھ آپ وحی من جانب اللہ کے ذریعے بتا رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ کے ذکر مبارک کی مناسبت سے اسکے بعد تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآیۃ میں باقی انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا سے يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ تک میں قتال کی دوسری علت بیان فرمائی۔ یعنی ہم نے تمام رسولوں کو فضیلت اور برتری عطا فرمائی اور بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ لیکن اس تفاوت درجات کے باوجود ان سب کا دین ایک تھا اور سب نے اپنے اپنے وقت میں دلائل و بینات سے دین توحید کو واضح فرمایا مگر ان کے بعد پچھلے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کچھ توحید پر قائم رہے اور کچھ توحید کو چھوڑ کر شرک کرنے لگے یہاں تک کہ نوبت جنگ و قتال تک پہنچی اگر اللہ چاہتا تو تمام مشرکوں کو خود ہلاک کر دیتا یا ان کو ایمان اور توحید قبول کرنے پر مجبور کر دیتا تو جہاد و قتال کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ابتلاء اور آزمائش کے لئے قتال واجب کر دیا۔ ۴۹۸ اس کا ہر فعل اس کے اپنے ارادے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کا فعل نہ کسی دوسرے کے ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے۔ اور امر بالقتال سے اس کا ارادہ بندوں کی آزمائش ہے کہ کون قتال و جہاد میں حصہ لیتا ہے اور کون نہیں لیتا۔　امر بالقتال اور ترغیب الی الجہاد کے بعد آگے پھر پانچویں بار جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔ ۴۹۹ یعنی نیکی کمانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع اس دنیا

موضح قرآن ف ۔ یعنی جہاد کرنا یہ نہیں کہ زور سے اپنا دعویٰ قبول کرواتے ہیں بلکہ جس کام کو سب نیک کہتے ہیں اور کرتے نہیں وہی کرواتے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی حجت اسلام ظاہر شد پس گویا جبر کردن نیست اگرچہ فی الجملہ جبر باشد ۱۲

ہی میں ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور دنیا میں دی ہوئی خیرات ہی آخرت میں کام آئے گی۔ آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہوگا کہ عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ کی رقم کما لے۔ نہ وہاں دوست کام آئیں گے اور نہ ہی کسی کی سفارش کام آسکے گی۔ یہاں اس شفاعت کے نافع ہونے کی نفی ہے۔ جس کے مشرکین قائل تھے یعنی شفاعت قہری۔ والکفرون ھم الظلمون ہ یہاں واؤ تعلیلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ جہاد میں خرچ کرو۔ کیونکہ یہ کافر مشرک ہیں اور شرک کو دنیا سے مٹانا ہے۔ اللہ کے مقرر کئے ہوئے اصول عقائد اور آئین حیات کو نہ ماننے والے ہی اصل ظالم ہیں۔ جو خدا کی نافرمانی سے اپنی جانوں پر ظلم کرکے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

ف۵۰۵ یہاں دعویٰ توحید کا دوبارہ اعادہ کیا گیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے یہاں اعادہ دعویٰ سے مقصد شفاعت قہری کی نفی ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا خیال تھا کہ ہمارے آباؤ اجداد جو اللہ کے پیارے اور برگزیدہ پیغمبر تھے وہ ہمیں خدا کے عذاب سے بچالیں گے اور ہمارے حق میں خدا کو ان کی سفارش ماننی پڑے گی تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اللہ کے سوا کوئی کارساز اور فریادرس نہیں۔ جس کو پکارا جائے یا جس کی تعظیم اور رضا جوئی کے لئے نذریں نیازیں دی جائیں اسی طرح اس کے سامنے کوئی شفیع غالب بھی نہیں کہ دنیا و آخرت میں مصیبت کے وقت اس کی پناہ ڈھونڈی جائے اور اسے سفارشی بنایا جائے۔ لہٰذا کسی کو شفیع غالب سمجھ کر نہ پکارا جائے۔ اس جگہ دعوائے توحید کا اعادہ ماقبل کی دلیل بھی ہے۔ یعنی کافروں کے اصل ظالم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ دعوائے توحید پر یہاں چھ عقلی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی دلیل الحیّ وہ زندہ ہے ایسا زندہ کہ زندگی اس کی صفت ذاتی ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا۔ جس پر کبھی عدم نہیں آیا اور نہ ہی کبھی اس پر موت آئیگی جیسا کہ سورۂ فرقان میں ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ۔ دوسری دلیل القیوم وہ خود بھی قائم و دائم ہے۔ اور ہر چیز کو بھی اس نے سہارا دے رکھا اور قائم کر رکھا ہے وہ سب کا رازق اور نگہبان ہے۔ القائم الحافظ لکل شیٔ والمعطی لہ مابہ قوامہ (روح ج۳ ص۸) تیسری دلیل لاتاخذہ سنۃ ولانوم وہ ہر وقت خبردار اور بیدار رہتا ہے اور اپنی مخلوق سے کبھی غافل نہیں ہوتا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

نوم انبیاء علیہم السلام کے بارے میں محدثین کرام

أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ

ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے

إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

اندھیروں کی طرف ف۵۰۶ یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ

ع ۳۴ ۲ خَالِدُونَ ﴿۲۵۷﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ

رہیں گے ف۵۰۷ ف کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے

۱ پہلا قصہ متفرع بر قانون ثانی ۱۲

فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ

اس کے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت ف۵۰۸ جب کہا ابراہیم نے میرا رب

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ

وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ف۵۰۹ وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ف۱ کہا

إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے

فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَ

اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے ف۵۱۰ تب حیران رہ گیا وہ کافر اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵۸﴾ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ

اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ف۲ یا نہ دیکھا تو نے اس

۳ دوسرا قصہ متفرع بر قانون اول ۱۲

عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ

شخص کو کہ گذرا وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر ف۲ ف۵۱۱ بولا

أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ

کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے ف۵۱۲ پھر مردہ رکھا اس

اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ

شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا

موضح قرآن ف یعنی جہاد ہے کافروں کی ضد توڑنے کو ہدایت اللہ کرتا ہے جس کی قسمت میں رکھی ہے۔ ان کو شبہ آیا تو ساتھ ہی اس پر خبردار کردیا ف۲ ایک بادشاہ تھا وہ اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا سلطنت کے غرور سے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سجدہ نہ کیا۔ اس نے پوچھا انہوں نے کہا میں اپنے رب ہی کو سجدہ کرتا ہوں۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں۔ انہوں نے کہا میں رب حاکم کو نہیں کہتا۔ رب وہ ہے جو جلائے اور مارے۔ اُس نے دو قیدی منگائے جس کو جلانا پہنچتا تھا مار ڈالا۔ جس کو مارنا پہنچتا تھا چھوڑ دیا تب انہوں نے آفتاب کی دلیل سے اس کو لاجواب کیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بستم مستحق کشتن را می گذارم و کسی را کہ مستحق کشتن نیست می کشم ۱۲ ف۲ آن شخص عزیر بود ۱۲

کا مسلک یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رات اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں بسر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا کر کے حضرت میمونہؓ کے گھر تشریف لائے اور چار رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر سو گئے۔ رات کے آخری حصہ میں آپ بیدار ہوئے اور وضو فرما کر نماز تہجد، وتر اور فجر کی سنتیں ادا کیں۔ اس کے بعد پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آپ کو اطلاع دی اور آپ نے جا کر نماز فجر ادا کی لیکن وضو نہیں فرمایا۔ اس موقع پر روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فصلی فی تلک اللیلۃ ثلث عشرۃ رکعۃ ثم نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نفخ و کان اذا نام نفخ ثم اتاہ المؤذن فخرج فصلی ولم یتوضأ اور بعض روایتوں میں ہے ثم نام حتی سمعت غطیطہ (صحیح مسلم صفحہ ۲۶۰ ج ۱) اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے قالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یاعائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی (جامع ترمذی وغیرہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا رہتا ہے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کا یہ واقعہ کئی راویوں نے بیان کیا ہے اور اس ایک ہی واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے میں راویوں کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ حضرت شیخؒ نے اس واقعہ کے اکثر طرق نقل کر کے انکے باہمی اختلافات کی نشاندہی فرما دی ہے۔ ملاحظہ ہو آپ کی تصنیف تحریرات حدیث از صفحہ ۶۴ تا صفحہ ۶۶ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ نماز عشا کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہؓ کے گھر چار رکعت نماز ادا کی اور پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ ایک روایت میں سونے اور خراٹوں کا ذکر نماز تہجد اور صبح کی سنتوں کے درمیان کیا گیا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ دونوں چیزیں صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان مذکور ہیں۔ اسی طرح بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس رات آپ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سوئے اور پھر اٹھ کر وضو فرمایا۔ لیکن دوسری روایتوں میں ہر دو رکعتوں کے بعد نیند اور وضو کا ذکر

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ

بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ

سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا

يَتَسَنَّهْ ۖ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ قف وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً

سڑ نہیں گیا ف۵۱۳ اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا

لِّلنَّاسِ ۖ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا

لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے

ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ۙ قَالَ

ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ف۵۱۴ پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا

أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

مجھ کو معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۵۱۵ اور جب کہا ابراہیمؑ نے

رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ

اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر زندہ کریگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا

قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً

کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو ف۵۱۶ فرمایا تو پکڑ لے چار

مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ

جانور اڑنے والے پھر ان کو ہلا لے اپنے ساتھ ف۵۱۷ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَ

کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے آدیں گے تیرے پاس دوڑتے اور

اعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾ ع مَثَلُ الَّذِينَ

جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۵۱۸ ف۲ مثال ان لوگوں کی جو

۳۵ ع ۳ ۳

مر ۱ یعنی نفس مضمون بر قانون اول ۱۲

مر ۲ ذکر مضمون اتفاق یعنی بار زیادہ تفصیل ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ شخص حضرت عزیر تھے۔ بخت نصر ایک بادشاہ تھا کافر بنی اسرائیل پر غالب ہوا۔ شہر بیت المقدس کو ویران کیا تمام لوگ بندی میں پکڑے گئے۔ تب حضرت عزیر اس شہر پر گذرے تعجب کیا کہ یہ شہر کیونکر آباد ہو۔ اسی جگہ انکی روح قبض ہوئی۔ سو برس کے بعد زندہ ہوئے۔ انکا کھانا اور پینا پاس دھرا تھا اسی طرح اور سواری کا گدھا مر کر ہڈیاں اسی شکل میں دھری تھیں وہ انکے روبرو زندہ ہوا۔ اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہوئے اور شہر پھر آباد ہو رہا۔ انہوں نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا۔ **ف۲** چار جانور لائے ایک مرغ ایک مور ایک کوا ایک کبوتر انکو اپنے ساتھ ہلایا۔ کہ پہچان رہے پھر ذبح کیا ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پر ایک پر دھڑ ایک پر پاؤں بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا اسکا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا اسی طرح چاروں آئے۔ فائدہ یہ تین قصے فرمائے اس پر کہ اللہ آپ ہدایت کرنیوالا ہے جس کو چاہے اگر شبہ پڑے تو ساتھ ہی جواب بھیجے اب آگے پھر جہاد کا مذکور ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی عین الیقین می خواہم ۱۲

ندارد ہے۔ ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ بعض روایتوں میں فجر کی سنتوں کے بعد مطلق نیند اور خراٹوں کا ذکر ہے بعض میں اضطجاع (یعنی پہلو کے بل لیٹنا) اور بعض میں احتباء (یعنی گھٹنوں کو کھڑے کرکے دونوں ہاتھوں کا دائرہ بنا کر ان کے سہارے بیٹھنا) کا ذکر ہے۔

یہ واقعہ چوں کہ ایک ہی دفعہ پیش آیا ہے اس لئے اس کی تفصیلات میں اس قدر متضاد اختلافات کا وجود ناممکن ہے۔ لیکن مختلف طرق میں غور وفکر سے تطبیق و ترجیح کی حسب ذیل صورت نظر آتی ہے۔ اصل روایت میں نیند اور خراٹوں کا ذکر صرف ان چار رکعتوں کے بعد ہے۔ جو نماز عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ادا کی تھیں لیکن بعض راویوں نے تہجد کے بعد یا فجر کی سنتوں کے بعد بھی اس کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح اصل واقعہ میں یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء فرمایا۔ اور اسی حالت میں آپ کو خفیف سی نیند آگئی اور سانس نکلنے کی آواز سنائی دینے لگی جس کو راوی نے نفخ سے تعبیر کیا ہے اور نفخ ہی کو بعض راویوں نے غطیط یا خطیط (خراٹے) سے تعبیر کر ڈالا ہے۔ جیسا کہ حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔ نفخ بالخاء المعجمة ای من خیشومه وھو المعبر عنه بالغطیط (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ثانی صـ ۲۵۵) اور اس طرح احتباء کی حالت میں نیند کسی کے حق میں بھی ناقض وضو نہیں۔ اصل بات تو یہ تھی۔ پھر اسی مفہوم کو بعض راویوں نے روایت بالمعنی کرکے ثم اضطجع فنام سے ادا کر دیا۔

باقی رہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت تو اس کے الفاظ تو بظاہر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بحالت خواب نیند سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں لیکن آپ کا دل ہمیشہ بیدار رہتا تھا لیکن درحقیقت یہ قاعدہ کلیہ نہیں تھا۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اور قلب مبارک دونوں چیزیں نیند سے متاثر ہو جاتی تھیں اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ صرف آنکھیں نیند سے بند ہو جاتیں۔ لیکن دل بیدار رہتا۔ چنانچہ لیلۃ التعریس میں جس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے۔ جب نیند کی وجہ آپ کی اور آپ کے ہم سفر صحابہ کی نماز فجر فوت ہو گئی۔ تو آپ نے از سر نو وضو کرکے نماز ادا فرمائی۔ اس واقعہ کی توجیہ کرتے ہوئے بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ اس موقع پر آپ کی آنکھوں کے ساتھ دل پر بھی نیند طاری ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ وقت پر بیدار نہ ہو سکے اور اسی لئے آپ نے وضو کی تجدید فرمائی جیسا کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک صـ ۴۱۸۔ ج ۱ میں ہے۔ انه کان فی ذلك الوقت ینام قلبه لبیان التشریع للامة۔ ... الوادی لنومه۔

لنشه یہ چوتھی دلیل ہے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کو اسی نے پیدا کیا اور سب کچھ اسی کے قبضہ اور اختیار و تصرف میں ہے۔ پھر کون ہے جو اس پر جبر کر سکے اور اس سے اپنی بات منوا سکے۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه یہ پانچویں دلیل ہے۔ استفہام انکاری ہے مطلب یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا اور نہ ہی اس کی مرضی کے خلاف کسی مجرم کو سفارش کرکے سزا سے بچا سکتا ہے۔ جیسا کہ عام مشرکوں کا خیال تھا کہ جن بزرگوں کو ہم پکارتے ہیں وہ ہمیں بخشوا لیں گے۔ اور خدا سے ہمارے تمام کام بھی کرادیں گے۔ وفی ذلك تایبس للکفار حیث زعموا ان آلھتھم شفعاء لھم عند اللہ تعالیٰ (روح صـ ۹ ج ۳)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شفاعت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے بیان کیا گیا ہے۔ کہیں فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (بقرہ ع ۳۴) کہیں فرمایا لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا (طٰهٰ ع ۶) کہیں ارشاد ہے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی (انبیاء ع ۲) کہیں فرمایا اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ (زخرف ع ۷) کہیں ارشاد ہے لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (نبا ع ۲) ان کے علاوہ اور بہت سی آیتوں میں مسئلہ شفاعت مذکور ہے۔ ان تمام آیتوں کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ ان میں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے۔ جس کے مشرکین معتقد تھے اور اس کے سوا شفاعت کی ایک اور قسم کا اثبات کیا گیا ہے یعنی شفاعت بالاذن پھر اس جائز شفاعت کی دو قسمیں ہیں ایک شفاعت فی الدنیا اور دوم شفاعت فی الآخرت۔ شفاعت فی الدنیا یعنی دنیا میں شفاعت مومن اور کافر دونوں کے لئے جائز ہے۔ مومن کے لئے دنیا میں شفاعت یہ ہے کہ اس کے گناہوں کی بخشش اور حق پر اس کی استقامت کے لئے دعا کرے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امر ہوا۔ وصل علیھم ان صلوتك سکن لھم واستغفر لھم اللہ (توبہ ع ۱۲) اور کافر کے لئے شفاعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے راہ راست پر آجانے کی دعا کرے۔ لیکن یہ صرف اسی وقت تک جائز ہے جب تک اس کے دل پر مہر جباریت نہ لگ جائے اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے دل پر مہر جباریت لگ چکی ہے۔ اس وقت اس کے حق میں دنیا میں شفاعت نہ کی جائے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے فلما تبین له انه عدو للہ تبرأ منه۔ باقی رہی آخرت میں شفاعت تو وہ قبل العلم مومنوں اور کافروں دونوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن بعد العلم صرف مومنوں کے لئے جائز ہے اور کافروں کے لئے جائز نہیں۔ اور علم سے مراد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مشفوع لہ مومن ہے یا کافر۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن قبل العلم کافروں کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو فرشتے جہنم کی طرف لے جائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی اصحابی پکار کر ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس پر اللہ کی طرف سے آپکو جواب ملے گا کہ آپ کو معلوم نہیں۔ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو جائیں گے اور پھر ان کی شفاعت نہیں کریں گے۔

ان آیتوں کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں پہلے شفاعت کرنے والوں کو باقاعدہ اذن دیا جائے گا کہ فلاں فلاں کے لئے شفاعت کرو تو قبول ہو گی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے (صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آخرت میں شفاعت کبریٰ کا اذن ملنا ثابت ہے) اس لئے من اذن له اور لمن اذن له وغیرہ سے اذن کا متبادر مفہوم یعنی اجازت مراد نہیں ہے۔ بلکہ دوسری آیتوں کی روشنی میں اس آیت میں مشفوع لہ سے مراد مومن ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے الا من شھد بالحق۔ جس نے حق کی شہادت دی یعنی مومن۔ اس کی تائید ایک دوسری آیت سے ہوتی ہے۔ الا لمن ارتضیٰ جس کو خدا پسند کرے اور وہ صرف مومن ہی ہو سکتا ہے جن آیتوں میں بلا اجازت کلام کی نفی ہے۔ وہاں آخرت کی شفاعت مراد ہے۔ اور مشفوع لہ صرف ایمان والے ہیں اور جن آیتوں میں کلام کی نفی کی گئی ہے ان میں دنیا کی شفاعت سے متعلق ہیں اور بعض آخرت سے اور بعض دونوں کی محتمل ہیں مسئلہ شفاعت کی پوری تحقیق سورۃ یونس کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

یہ چھٹی دلیل ہے اور یہ محاورہ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علمی کا بیان مقصود ہے یعنی وہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے تمام ظاہر و باطن اور گذشتہ و آئندہ حالات و واقعات کو خوب جانتا ہے دلیل علی احاطة علمه بجمیع الکائنات ماضیھا حاضرھا ومستقبلھا (ابن کثیر صـ ۳۰۹ ج ۱) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ

مابین ایدیھم وما خلفھم میں ضمیر غائب من ذا الذی کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کو مشرکین اپنے شفعاء غالب سمجھتے تھے ولا یحیطون بشئ من علمہ اور اس کی مخلوق میں سے کوئی جن و بشر، کوئی پیغمبر یا کوئی فرشتہ اللہ کے معلومات میں سے کسی ایک چیز کی حقیقت اور کنہ کو بھی نہیں جانتا۔ ہاں جو تھوڑا بہت علم اللہ نے ان کو دیدیا ہے۔ اس سے آگے ان کے علم کی حدود نہیں بڑھ سکتیں۔ وسع کرسیہ السموات والارض کرسی سے یا تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے۔ لیکن اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا اس سے مراد علم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے یا یہ قدرت اور سلطنت سے کنایہ ہے۔ کرسیہ ملکہ وسلطانہ (معالم ص ۲۲۷ ج ۱) اہل ادمن الکرسی السلطان والقدرۃ والملک (کبیر ص ۷۰۴ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت اور حکومت پوری کائنات پر حاوی ہے۔ سب اس کے محکوم و مملوک ہیں اور کوئی اس کا شریک اور ہمسر نہیں۔ ولا یؤدہ حفظھما زمین و آسمان کی حفاظت اور نگہبانی سے وہ تھکتا اور اکتاتا نہیں۔ یہ ساتویں دلیل ہے۔ وھو العلی العظیم ○ وہ ہر چیز سے بلند تر اور بزرگ تر، ہر چیز اس کے سامنے ہیچ اور حقیر ہے۔ یہ آیت کریمہ آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی تمام آیتوں سے افضل ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کی توحید اور اس کی صفات کا کامل اور جامع بیان ہے۔ آیت الکرسی کی ابتدا میں بھی حصر ہے۔ یعنی ھو الحی القیوم میں اور آخر میں بھی یعنی ھو العلی العظیم میں۔ کیونکہ دونوں جگہوں میں خبریں معرفہ ہیں اسلئے آیت کے باقی تمام حصے بھی حصر پر ہی محمول ہوں گے۔ کیونکہ یہ قانون ہے کہ کلام کے کسی ایک حصہ میں جب حصر ہو تو اس کے باقی حصے بھی حصر پر ہی محمول ہوتے ہیں [illegible] یہ آیت جہاد سے متعلق ہے اور اس میں جہاد سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے۔ یعنی جہاد کا مقصد یہ نہیں کہ کافروں کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جائے۔ بلکہ اس کا مقصد جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یہ ہے کہ دنیا کو فتنہ و فساد سے پاک کیا جائے۔ اور کفار کو مومنوں کو جبراً کافر بنانے سے روکا جائے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے قاتلوا حتی لا تکون فتنۃ ای حتی لا یفتن مومن (مدارک) ایمان کا تعلق چونکہ دل سے ہے اور دل پر جبر نہیں ہوسکتا کیونکہ دل اسی بات کو مانتا ہے۔ جسے وہ اپنے اختیار سے پسند کرتا ہے اس لئے اسلام میں کسی کو جبراً مومن بنانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس طرح انسان مجبور ہو جائے گا۔ اور اس سے اس کا اختیار چھن جائے گا اور ابتلاء و امتحان کی حکمت فوت ہو جائے گی۔ نیز جبر کا مطلب تو یہ ہوتا ہے۔ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف ایسے فعل پر مجبور کیا جائے۔ جس میں فی نفسہ کوئی بہتری نہ ہو یا اگر ہو تو اس کو نظر نہ آتی ہو۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سرتا پا خیر ہی خیر ہے۔ نیز اسلام کی راہ اس قدر واضح ہو چکی ہے کہ کفر کی راہ سے اس کا امتیاز بالکل آسان ہے۔ ادنیٰ تامل سے اسلام کی خوبیاں اور کفر کی برائیاں سمجھ میں آسکتی ہیں اور انسان رضا و رغبت سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس لئے جبر و اکراہ کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاں اگر کوئی مسلمان عیاذاً باللہ دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلا جائے تو وہ چونکہ اسلام کا باغی ہے۔ اس لئے اسے دوبارہ اسلامی آئین قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تو اسے مسلمانوں کی جماعت میں شامل کر لیا جائیگا۔ ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ قد تبین الرشد من الغی یہ ماقبل کی علت ہے تعلیل صدر بکلمۃ التحقیق لزیادۃ تقریر مضمونہ (روح ص ۱۳ ج ۳)

[illegible] حضرت عمرؓ، حسین بن علی، مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ امام مالک اور امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر معبود طاغوت ہے۔ وعن مالک بن انس کل ما عبد من دون اللہ تعالیٰ (روح ص ۱۳ ج ۳) والصواب من القول عندی فی الطاغوت انہ کل ذی طغیان علی اللہ فعبد من دونہ اما بقھر منہ لمن عبدہ واما بطاعۃ ممن عبدہ انسانا کان ذالک المعبود او شیطانا او وثنا او صنما او کائنا ما کان من شئ (ابن جریر ص ۱۲ ج ۳) اور العروۃ الوثقیٰ سے مراد ایمان اور خالص توحید ہے بالعروۃ الوثقی قال مجاھد العروۃ الایمان (قرطبی ص ۲۸۲ ج ۳) یعنی جس نے شیطان کا اتباع ترک کر دیا اور ہر غیر اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور کفر و شرک سے توبہ کر کے خدائے واحد پر دل و جان سے ایمان لے آیا اس نے ایک ایسی مضبوط اور محکم کڑی کو تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ یہ مضبوط کڑی ایمان اور اسلام ہے۔ جسے تھام لینے کے بعد دنیا اور آخرت میں خدا کی راہنمائی اور دستگیری حاصل ہو جاتی ہے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو تکوینی قانون بیان فرمائے ہیں۔ پہلا قانون یہ ہے کہ اگر کسی وقت مومنوں کے دلوں میں توحید کے بارے میں کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فوراً شبہات کے اندھیروں کو نور ہدایت سے دور فرما کر ان کے دلوں کو مطمئن کر دیتا ہے اور دوسرا قانون یہ ہے کہ اگر کبھی کسی مشرک کے دل میں دلائل توحید کو دیکھ کر توحید کی طرف میلان سا پیدا ہو جاتا ہے تو جھٹ شیاطین ان کو شبہات کی الجھنوں میں ڈال کر ان کے راہ راست پر آنے کے امکان کو ختم کر دیتے ہیں۔ [illegible] یہ پہلے قانون کا بیان ہے۔ ولی کے معنی ناصر اور مددگار کے ہیں۔ ظلمات سے کفر و شرک اور شبہات کے اندھیرے مراد ہیں اور نور سے مراد یقین و ایمان کی روشنی ہے اور الذین آمنوا سے وہ لوگ مراد ہیں جو حق کے متلاشی اور ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ والمراد بھم من اراد الایمان (روح ص ۱۴ ج ۳) یعنی جو لوگ حق کے طالب ہوں اللہ کی طرف انابت کریں اور ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا اور ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی الجھنوں سے نکال کر ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور اور دولت یقین سے مالا مال کر دیتا ہے [illegible] یہ دوسرا قانون ہے۔ لیکن جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اور اپنے اختیار سے کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ایمان کی توفیق چھین کر شیطانوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے دل شبہات کی سیاہی سے بالکل ڈھک جاتے ہیں اور ان سے فطری نور چھین لیا جاتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے۔ [illegible] اولئک کا اشارہ الذین کفروا کی طرف ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے عناداً اور اختیاراً کفر قبول کیا ہے۔ وہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ نے تین قصے بیان فرمائے ہیں۔ جو ان دونوں قاعدوں پر لف و نشر غیر مرتب کے طور پر متفرع ہیں۔ [illegible] یہ پہلا واقعہ ہے جو دوسرے قاعدے پر متفرع ہے۔ اور اس پر بطور تمثیل ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ضدی اور معاند آدمی کو وضوح حق کے باوجود قبول حق کی توفیق نہیں ملتی۔ جیسا کہ نمرود کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ٹھوس اور اطمینان بخش دلائل سے خدا کی توحید واضح کر کے اس پر حجت خداوندی قائم کر دی۔ مگر اس کے باوجود اس نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ وہ ضد و عناد کی وجہ سے قبول حق کی استعداد سے محروم ہو چکا تھا۔ جس شخص سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظرے کا یہاں ذکر ہے۔ مفسرین نے اس سے نمرود مراد لیا ہے۔ جو اس زمانے کا بڑا ظالم و جابر اور سرکش بادشاہ تھا اور اپنے کو خدا کا اوتار سمجھتا تھا۔ ھذا الذی حاج ابراھیم فی ربہ وھو ملک بابل نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح (ابن کثیر ص ۳۱۳ ج ۱، قرطبی ص ۲۸۳ ج ۳) اَنْ سے پہلے لام تعلیلیہ محذوف ہے۔ یعنی خدا کے بارے میں اس کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ خدا نے اس کو حکومت دی، اقتدار بخشا اور وہ نشۂ اقتدار سے مخمور ہو کر غرور کرنے لگا اور خدا کا شریک بن بیٹھا۔ لان آتاہ اللہ یعنی ان ایتاء الملک البطرہ واورثہ

الکبر محتاج لذالک (مدارک صہ ۱۰۲ ج ۱) ۵۰۹ اذ ظرف حاج کے متعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نمرود کے سوال کا جواب ہے۔ نمرود نے سوال کیا تھا۔ کہ وہ رب کونسا ہے۔ جس کی توحید کی تو دعوت دیتا ہے۔ قالہ انہ قول لنمرود من ربک الذی تدعوا الیہ ؟ (روح صہ ۱۴ ج ۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں اللہ کی دو ایسی صفتوں کا ذکر کیا جو بالکل واضح تھیں اور جن کا روزمرہ کی زندگی میں نمرود بھی مشاہدہ کرتا تھا۔ یعنی زندہ کرنا (پیدا کرنا) اور مارنا۔ موت وحیات خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے زندگی سلب کرلیتا ہے قال انا احی و امیت۔ اس ضدی ملعون نے ان کے قول کو غلط مفہوم میں لیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جس کو زندگی دیتا یا جس سے زندگی چھینتا ہے۔ وہ ظاہری اسباب ہی کے ذریعے ایسا کرتا ہے اور اسطرح ظاہری اسباب کے ذریعے تو میں بھی ایسا کرسکتا ہوں۔ مثلاً جسے چاہوں معاف کردوں اور جسے چاہوں قتل کرادوں۔ نمرود خوب جانتا تھا۔ کہ موت وحیات اس کے قبضہ میں نہیں۔ مگر محض ضد وعناد اور ڈھٹائی کی بناپر اس نے یہ جواب دیا۔ و انما اراد ان یدعی لنفسہ ھذا المقام عنادا و مکابرۃ۔ (ابن کثیر صہ ۳۱۳۔ ج ۱) ۵۱۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ ضد اور ڈھٹائی پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے فوراً ایسی دلیل پیش کردی جس کے سامنے وہ بالکل بے بس ہوگیا۔ اور اس کی ضد اور ڈھٹائی کی بھی پیش نہ چل سکی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا ان کی پہلی دلیل اس سرکش پر کارگر نہیں ہوئی تو فوراً دوسری دلیل پیش فرمادی۔ جس طرح طبیب حاذق جب دیکھتا ہے کہ مریض کو ایک نسخہ سے فائدہ نہیں ہوا تو اس کیلئے دوسرا نسخہ تجویز کردیتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا دے۔ فبھت الذی کفر۔ اس پر وہ کافر جھگڑالو حیرت زدہ ہوگیا اور اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ جو لوگ ضد وعناد کیوجہ سے حق قبول نہیں کرتے اور اپنے لئے عذاب جہنم کا سامان مہیا کرتے ہیں ایسے ظالموں کو خدا ہدایت قبول کرنیکی توفیق نہیں دیتا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یعنی جو لوگ ضد اور عناد کی وجہ سے توحید کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ کی طرف انابت نہیں کرتے ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے اور وہ کسی صورت میں راہ راست پر نہیں آسکتے

۵۱۱ یہ دوسرا واقعہ ہے جو پہلے قاعدہ پر متفرع ہے اور او تنویعیہ ہے۔ یعنی دوسری نوع کے بیان کے لئے ہے۔ یہ قصہ پہلے قاعدہ پر متفرع ہے اور اس کی تمثیل ہے کہ۔ جو لوگ اللہ کی طرف انابت کرتے ہیں۔ حق وصداقت اور اطمینان باطن کے متلاشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ان کی دستگیری کرتا اور ان کے اطمینان کا سامان مہیا کرتا ہے۔ استشہاد علی ما ذکر من ولایتہ تعالیٰ للمومنین و تقریر لہ (ابو السعود صہ ۴۸۳ ج ۲) کالذی میں کاف تمثیل کے لئے ہے یعنی اس کے منجملہ شواہد میں سے ایک یہ ہے۔ اس قسم کے اور بھی کئی واقعات ہوچکے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ پارہ دوم میں الم تر الی الذین خرجوا میں مذکور ہوا ہے کہ بعض مومنوں کو قتال نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مارکر پھر زندہ فرمایا۔ یا کاف زائدہ ہے۔ الذی مر کے بارے میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ والمار ھو عزیر بن شرخیا کما اخرجہ الحاکم عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و اسحٰق بن بشر عن ابن عباس و عبد اللہ بن سلام والیہ ذھب قتادۃ و عکرمۃ و الربیع و الضحاک و السدی و خلق کثیر (روح صہ ۲۰ ج ۳) اور قریہ سے مراد بیت المقدس ہے جسے بخت نصر نے تباہ و برباد کردیا تھا۔ و قال عکرمۃ و الربیع و وھب ھی بیت المقدس و کان قد خربھا بختنصر و ھذا ھو الاشھر (روح صہ ۲۱ ج ۳، بحر صہ ۲۹۱ ج ۲) ۵۱۲ انہوں نے جب اس کی تباہی کا منظر دیکھا تو اظہار تاسف کے طور پر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا مطلب یہ نہیں کہ انہیں ان کے دوبارہ جی اٹھنے کا یقین نہیں تھا بلکہ وہ کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ فاماتہ اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لئے ان پر موت وارد کردی اور وہ پورے سو سال اسی حالت میں زمین کے اوپر ہی پڑے رہے اور سو سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ قال کم لبثت یہ سوال وجواب احاطۂ صفات سے انکے عجز کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے حالت موت کی مدت صرف ایک دن یا اس سے بھی کم بتائی یہ محض ان کا اندازہ اور تخمینہ تھا۔ سو سال کا عرصہ انہیں یک روزہ خواب کی طرح معلوم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حالت موت میں یہ جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام اختلاف لیل و نہار اور انقلابات زمانہ سے بالکل بے خبر تھا۔ اگر انہیں ان چیزوں کا احساس ہوتا تو مدت کا وہ یہ تخمینہ بیان نہ کرتے بلکہ ان کو پوری مدت کا ٹھیک ٹھیک علم ہوتا۔ اس واقعہ سے سماع موتی کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام دنیا میں ہونے والے تمام انقلابات سے بے خبر تھے۔ سو سال کے عرصہ میں نہ تو رات دن کے اختلاف کا ان کو پتہ چلا اور نہ ہی انہیں بیرونی آوازیں سنائی دیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ ان کے ابدان مبارکہ میں موجود نہیں رہتیں اور ان کی حیات دنیوی ناسوتی نہیں ہوتی بلکہ برزخی ہوتی ہے۔ ۵۱۳ یعنی تم تو پورے سو سال حالت موت میں رہے ہو۔ مگر دیکھو اس کے باوجود تمہارا کھانا پینا خراب نہیں ہوا۔ اس میں کسی قسم کا تغیر اور بو پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہے۔ جس طرح آج سے سو سال پہلے تھا۔ و انظر الی حمارک۔ الخ۔ حضرت عزیر علیہ السلام جب یہاں سے گذرے تھے اس وقت گدھے پر سوار تھے۔ آرام کرنے کے لئے گدھے کو وہاں چھوڑ کر لیٹ گئے۔ اور حالت نوم ہی میں ان کی روح قبض کرلی گئی۔ ادھر گدھا بھی مرگیا اور اس اثنا میں اس کا گوشت پوست تو مٹی نے کھالیا۔ مگر ہڈیوں کا ڈھانچہ صحیح سلامت پڑا رہا۔ تو اللہ نے فرمایا اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھو ہم اسے کس طرح زندہ کرتے ہیں تاکہ ہم تمہیں بعث بعد الموت یعنی دوبارہ جی اٹھنے پر لوگوں کے لئے دلیل اور برہان بنادیں۔ و لنجعلک ایۃ للناس و دلالۃ علی البعث بعد الموت (قرطبی صہ ۲۹۴ ۔ ج ۳) ۵۱۴ انشاز کے معنی ہلانے اور جنبش دینے کے ہیں۔ ہماری قدرت کاملہ کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرلو اور مشاہدہ کرلو کہ ہم کس طرح گدھے کی ہڈیوں کو گوشت پوست پہنا کر اور اس میں روح پھونک کر اسے دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دیکھتے دیکھتے ہی گدھے کو زندہ کردیا۔ ۵۱۵ علم سے یہاں علم مشاہدہ اور معاینہ مراد ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرت کا علم و یقین تو انہیں پہلے بھی حاصل تھا۔ مگر وہ علم شہود نہیں تھا۔ قال مکی انہ اخبر عن نفسہ عندما عاین من قدرۃ اللہ تعالیٰ فی احیائہ الموتی فتیقن ذالک بالمشاھدۃ (قرطبی صہ ۲۹۶ ۔ ج ۳) ۵۱۶ یہ واقعہ بھی پہلے قاعدہ پر متفرع ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اگرچہ اللہ کی قدرت علی الاحیاء کا پورا پورا یقین تھا۔ وہ اس کی کیفیت کا مشاہدہ کرکے مزید اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا۔ کیونکہ جو علم مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی اور ضروری ہوتا ہے اور علم استدلالی سے زیادہ محکم اور پائیدار ہوتا ہے۔ معناہ بلیٰ امنت و لکن لازید سکونا و طمانیۃ بمضامۃ علم الضرورۃ علم الاستدلال و تظاھر الادلۃ اسکن للقلوب و ازید للبصیرۃ (مدارک صہ ۱۰۳ ۔ ج ۱) لم یکن ابراھیم علیہ السلام شاکا، احیاء اللہ الموتی قط و انما طلب المعاینۃ (قرطبی صہ ۲۹۰ ۔ ج ۳) اللہ تعالیٰ کا یہ سوال کہ کیا تمہیں میری قدرت علی الاحیاء پر ایمان نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب کہ ایمان تو ہے۔ لیکن آنکھوں سے مشاہدہ کرکے مزید اطمینان چاہتا ہوں۔ اس سوال و جواب سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے۔ تاکہ سامعین میں سے کسی کو حضرت خلیل علیہ السلام کے ایمان کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ ۵۱۸ صُرْھُنَّ صاد پضمہ صور سے امر ہے جس کے معنی ہلانے اور مائل کرنے کے ہیں یعنی چار پرندے لو اور انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کرلو اور ہلالو تاکہ بعد میں پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ المعنی املھن الیک ای اضممھن و اجمعھن الیک (قرطبی ص ۳۰۱ ج ۳) ثم اجعل علی کل جبل منھن جزء۔ پھر انہیں ذبح کرکے اور ان کے ٹکڑے کرکے ان کے اجزاء کو قرب وجوار کے پہاڑوں پر رکھ دو۔ ففیہ "الیک" علی تاویل الامالة و الضم متعلق بصرھن وفی الکلام متروک فاملھن الیک ثم قطعھن (قرطبی ص ۳۰۱ ج ۳) ثم ادعھن یاتینک سعیا پھر انہیں اپنی طرف بلاؤ تو وہ زندہ ہوکر صحیح سلامت دوڑتے ہوئے تمہارے پاس چلے آئیں گے ۵۱۸ یہ کیفیت دیکھ کر تمہیں علم شہود حاصل ہوجائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ مگر وہ کرتا وہی کچھ ہے۔ جو حکمت کے عین مطابق ہو

اب آگے پھر انفاق فی سبیل اللہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا پہلے بھی بیان ہوچکا ہے مگر پہلے جہاد کا مضمون زیادہ تھا اور انفاق کا کم تھا۔ اب یہاں سے انفاق کا مضمون تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔ یہ تفصیل مثل الذین ینفقون سے لے کر وھم لا یظلمون تک چلی گئی ہے۔ یعنی پورے تین رکوعات پر مشتمل ہے۔ پہلے رکوع میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب بیان فرماکر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ریاکاری سے بچنے اور اخلاص کو اپنا معمول بنانے کا حکم دیا ہے۔ اخلاص اور ریاکاری کی مثالیں دے کر اخلاص کا اجر اور ریا کا برا نتیجہ واضح فرمایا ہے۔ دوسرے رکوع میں حلال اور طیب مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور تیسرے رکوع میں انفاق بطور قرض کی ایک مذموم اور ناجائز صورت سے منع فرمایا ہے۔

ر ترغیب اخلاص فی الانفاق ۱۲

۵۱۹ یہ اخلاص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ جسے ایک مثال سے سمجھایا گیا ہے یعنی جو لوگ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک آدمی زمین میں ایک دانہ بودیتا ہے۔ اس ایک دانہ سے سات شاخوں والا پودا پھوٹ نکلتا ہے۔ اور ہر شاخ پر ایک ایک خوشہ ہوتا ہے اور ہر خوشہ میں ایک سو دانہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک دانہ سے سات سو دانہ حاصل ہوا۔ تو جس طرح ایک دانہ زمین میں کاشت کرنے سے سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کی ہوئی دولت کی ایک اکائی (پیسہ۔ آنہ۔ روپیہ وغیرہ) خدا کے یہاں سات سو گنا بڑھ جاتی ہے مثلاً ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات سو روپیہ خرچ کرنیکا ثواب ملیگا۔ و اللہ یضاعف لمن یشاء۔ جہاد میں اخلاص نیت کے ساتھ خرچ کرنے والوں کو سات سو گنا ثواب تو ہر حال میں ملے گا لیکن اگر خرچ کرنے والے کا تقویٰ، اخلاص نیت اور مال کی طہارت اور پاکیزگی عام سطح سے بلند ہوگی تو اسے سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ ای بحسب اخلاصہ فی عملہ (ابن کثیر ص ۳۱۰ ج ۱) المتصدق اذا کان صالحا والمال طیبا یضعفہ موضعہ فیصیر الثواب اکثر (قرطبی ص ۳۰۳ ج ۳) و اللہ واسع علیم ○ وہ بڑی وسعت والا ہے اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں وہ جتنا چاہے دے سکتا ہے اور وہ خرچ کرنے والوں کی نیتوں سے بھی آگاہ ہے

ر انفاق میں من و ریا سے اجتناب کا حکم ۱۲

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے ۵۱۹
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾
اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنیوالا ہے سب کچھ جانتا ہے
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا
جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر
يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ
خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں ۵۲۰ انہی کیلئے ثواب انکا
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾
اپنے رب کے یہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے۔
قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
جواب دینا نرم اور درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس
يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا
کے پیچھے ہو ستانا ۵۲۱ اور اللہ بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا ف اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ
ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور
الْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ
ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ۵۲۲ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی

موضح قرآن ف ۔ یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی پر درگذر کرنی بہتر ہے۔ اس سے کہ دیوے پھر اس کو بار بار دبادے۔ یہ سمجھے کہ میں نے اللہ کو دیا ہے۔ اس کو کیا پروا ہے۔ مگر اپنا بھلا کرتا ہوں۔

تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا

ہے کچھ مٹی پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف ۲۲۳ کچھ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا

ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں

يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو ف ۱ اور مثال ان کی جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور

تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ ۢ بِرَبْوَةٍ

اپنے دلوں کو ثابت کر کر ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اس پر

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دو چند اور اگر نہ

يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے ۲۲۴ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف ۲ ف

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ

کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو یہ کہ ہووے اس کا باغ کھجور اور

اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا

انگور کا بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں اس کو اس باغ میں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ

اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی

ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

اولاد ہیں ضعیف تب آپڑا اس باغ پر ایک بگولہ جس میں آگ

ف ۱ مثال برائے اخلاص فی الانفاق ۱۲

اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ کون کتنے ثواب کا مستحق ہے۔ ۲۲۲ خرچ کرنے کی ترغیب اور خرچ کا ثواب بیان کرنے کے بعد اب ان امور کو بیان کیا جاتا ہے جو مذکورہ بالا ثواب کے استحقاق کے لئے ضروری ہیں۔ مَنّ کے معنی احسان جتلانے کے ہیں اور اذیٰ کے معنی تکلیف دینے کے ہیں اور اس سے مراد ہر وہ قول وفعل ہے جس سے متصدق علیہ (جس کو خیرات دی جائے) کو تکلیف پہنچے مثلاً اسے یہ کہے کہ "یار بڑا جھگڑالو ہے، چمٹ ہی گیا ہے چھوڑتا ہی نہیں"۔ "کیسا ہٹہ کٹہ ہے کماتا کیوں نہیں"۔ صدقہ کرنے کے بعد لینے والے سے کام کرانا بھی اذیٰ میں داخل ہے۔ اس لحاظ سے احسان جتلانا بھی اذیٰ میں داخل ہے۔ مگر احسان جتلانے کی بیماری چونکہ عام تھی۔ اس لئے اسے علیحدہ ذکر کیا۔ لھم اجرھم عند ربھم۔ یعنی جو لوگ صدقہ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی کسی اور طریقے سے سائل کو تکلیف دیتے ہیں صدقہ وخیرات کا ثواب صرف انہیں لوگوں کو ملتا ہے۔ کیوں کہ من اور اذیٰ دونوں ایسی برائیاں ہیں کہ ان کی وجہ سے صدقہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں رہتا۔ اس لئے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اللہ کے یہاں سے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملتا ۲۲۳ قول معروف سے مراد ہے سائل کو نرمی سے ٹال دینا اور مغفرۃ سے مراد یہ ہے کہ اگر سائل درشتی سے پیش آئے تو اس سے درگذر کیا جائے اور ناشائستہ الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ ای کلام جمیل یرد بہ السائل مثلا یرحمک اللہ و یرزقک اللہ انشاء اللہ تعالیٰ اعطیک بعد ھذا ومغفرۃ ای ستر لما وقع من السائل من الالحاف فی المسئلۃ وغیرہ مما یثقل علی المسئول وصفح عنہ (روح ص ۳۴ ج ۳) واللہ غنی حلیم ○ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے تمہاری ہی اصلاح مقصود ہے اور وہ بردبار ہے۔ گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔

۲۲۴ اب یہاں نہایت تاکید کے ساتھ من اور اذیٰ سے منع فرمایا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ من اور اذیٰ سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ الذی ینفق سے مراد منافق یا مشرک ہے۔ و غالب المفسرین علی ان المراد بہ المنافق (روح ص ۳۵۔ ج ۳) رئاء۔ ینفق کا مفعول لہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک منافق ریاکار کی مثال دے کر ایمان والوں کو سمجھایا کہ جس طرح وہ منافق محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خیرات کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان ہے اور نہ محاسبہ آخرت پر تو ظاہر ہے کہ رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کی طلب کا تو اس نے دل میں کھٹکا تک نہیں ہوگا تو جس طرح اس ریاکار منافق کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اس کیلئے کوئی ثواب نہیں۔ اے ایمان والو! اسی طرح تم بھی اپنے صدقات

موضح قرآن ۔ ف ۱ اوپر مثال فرمائی خیرات کی جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیں نکلیں سات سو دانے ملے یہاں فرمایا کہ نیت شرط ہے اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے دانہ بویا پتھر میں جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ پڑا وہ صاف رہ گیا اس میں سے کیا اُگے گا۔ ف ۲ مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور اوس سے مراد تھوڑا مال سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کا بہت ثواب اور تھوڑا بھی کام آتا ہے۔ جیسے خالص زمین پر باغ ہے جتنا مینہ برسے اسکو فائدہ ہے بلکہ اوس بھی کافی ہے اور نیت درست نہیں تو جسقدر زیادہ خرچ کرے ضائع ہے۔ کیونکہ زیادہ مال دینے میں دکھاوا بھی زیادہ ہے۔ جیسے پتھر پر دانہ جتنا زور کا مینہ برسے اور ضرر کرے کہ مٹی دھو ئی جاوے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید حاصل این مثل آنست کہ عمل منان ومرائی در دنیا می نماید کہ عمل است ودر آخرت حبط می شود وہیچ فائدہ نمی دہد چنانکہ بر سنگی خاک افتادہ باشد وبظاہر چنان می نماید کہ قابل زراعت است وچوں باران بارد محو شود واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ مترجم گوید حاصل این مثل آنست کہ عمل اہل اخلاص فائدہ با مید بہر از سابقین باشد یا از اصحاب یمین ۱۲

کو من اور اذی کے ذریعے باطل نہ کرو، جس طرح اس ریاکار نے ریاکاری سے اپنا عمل باطل کر دیا۔ ۵۲۲ فمثلہ کی ضمیر سے ریاکار خرچ کنندہ مراد ہے۔ صفوان کے معنی ہموار اور صاف پتھر وابل۔ شدید بارش اور صلد۔ وہ صاف پتھر جس پر کوئی گرد و غبار نہ ہو۔ جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے۔ اس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ جس طرح ایک بالکل صاف اور نرم پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ اعمال کا ہے کہ وہ ریاکاری کے سیلاب میں بہ کر ضائع ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا ط وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ مگر آخرت میں کوئی چیز ہاتھ نہیں آئے گی۔ واللہ

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

تھی جس سے وہ باغ ۵۲۵ جل گیا۔ یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تاکہ تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ

ع ۳٦ ۴

غور کرو ۵۲٦ ف۱ اے ایمان والو خرچ کرو

طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے

الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ

زمین سے ۵۲۷ اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو

لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا

حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ ۵۲۸ اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ

کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ف۲ شیطان ڈراتا ہے تم کو تنگ دستی سے

وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً

اور حکم کرتا ہے فحشاء (بخل) کا ۵۲۸ اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش

مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ

اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۳ عنایت کرتا ہے سمجھ

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ

جس کسی کو چاہے۔ اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی

خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

خوبی ملی ۵۲۹ اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ۵۳۰

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ

اور جو خرچ کروگے تم خیرات یا قبول کروگے کوئی منت

ف۱ ترغیب انفاق مال طیب ۱۲

ف۲ منع از انفاق مال خبیث ۱۲

لا یھدی القوم الکفرین جن کو اللہ نے عقل و بصیرت کی دولت دی مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالے ایمان کی توفیق چھین لیتا ہے اور انہیں ہدایت نہیں دیتا۔ ۵۲۴ ریاکاروں اور منافقوں کی مثال بیان کرنے کے بعد ان مومنین کے صدقات کی مثال بیان فرمائی جو محض اللہ کی رضا جوئی اور تزکیۂ نفوس حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ابتغاء مفعول لہ ہے۔ تثبیتا اس پر معطوف ہے۔ من انفسھم میں من ابتدائیہ ہے یعنی وہ اللہ کی رضا جوئی اور دل کے کامل یقین اور ایمان کی وجہ سے خرچ کرتے ہیں۔ وقال الشعبی والسدی وقتادة ایضا وابن زید وابو صالح وغیرھم وتثبیتا معناہ وتیقنا ای ان نفوسھم لھا بصائر فھی تثبتھم علی الانفاق فی طاعة اللہ تعالی تثبیتا (قرطبی ص ۳۱۴ - ج ۳)۔ ربوۃ کے معنی ہیں ٹیلہ یعنی وہ جگہ جو دوسری زمین کی نسبت کچھ اونچی ہو۔ اور طلّ سے یہاں شبنم مراد نہیں۔ بلکہ ہلکی اور خفیف بارش مراد ہے۔ والطل المطر الضعیف المستدق من القطر الخفیف قالہ ابن عباس وغیرہ (قرطبی ص ۳۱۵ ج ۳) تمثیل کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے اور پورے ایمان و اخلاص کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے صدقات اس طرح پھولتے پھلتے اور بار آور ہوتے ہیں جس طرح ٹیلے پر ایک باغ ہو اور اس پر موسلا دھار بارش برسے تو اس باغ کے درخت دگنا پھل دیتے ہیں۔ اور اگر موسلا دھار بارش نہ ہو بلکہ خفیف بارش ہی پڑ جائے تو بھی وہ باغ کافی پھل دیتا ہے۔ اسی طرح اخلاص نیت سے کئے ہوئے صدقات کا اجر خدا کے یہاں کئی گنا ملتا ہے اگر اخلاص اعلیٰ درجہ کا نہ بھی ہو تو مطلق ایمان اور نیت کی درستی بھی صدقات کا ثواب بڑھانے کے لئے کافی ہے۔ واللہ بما تعملون

موضح قرآن ف۱ اب مثال فرمائی احسان رکھنے والے کی جو اپنی اچھی خیرات کو ضائع کرے۔ جیسے جوانی کے وقت باغ حاصل کیا توقع سے کہ بڑی عمر میں کام آوے۔ عین کام کے وقت جل گیا۔ ف۲ یعنی خیرات قبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمایا ہو۔ حرام کا نہ ہو اور بہتر چیز اللہ کی راہ میں دیوے۔ یہ نہیں کہ بُری چیز خیرات میں لگاوے کہ لینے دینے میں آپ ویسی چیز قبول نہ کرے مگر ناچار ہو کر کیونکہ اللہ بے پرواہ ہے محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے خوب سے خوب پسند کرتا ہے۔ ف۳ یعنی جب دل میں خیال آوے کہ مال خیرات میں دینے ڈالوں تو میں مفلس رہ جاؤں اور ہمت آوے بے حیائی پر کہ اللہ کی تاکید سن کر پھر بھی خرچ نہ کرے تو جان لیوے کہ یہ شیطان کی طرف سے آیا اور جب خیال آوے کہ خیرات سے گناہ بخشے جاویں گے اور اللہ کے ہاں کمی نہیں جانے گا تو اور دے کا تو جان کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا۔

فتح الرحمن ف۱ حاصل این مثل آنست کہ عمل منان و مرائی در وقت شدت احتیاج حبط شود چنانکہ بوستان این شخص در وقت شدت احتیاج بسوخت ۱۲

بصیرۃ اس لئے وہ مخلص اور ریا کار کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ ۵۲۵؎ یہ ریا کاروں کے اعمال کے ضائع اور بے نتیجہ ہونے کی دوسری تمثیل ہے یعنی ایک آدمی جو بوڑھا ہو چکا ہو اور روزی کمانے کے لائق نہ رہا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوں۔ اس کا ایک کھجوروں اور انگوروں کا سرسبز و شاداب باغ ہو اور اس کو بگولا جلا دے یعنی عین اس وقت وہ باغ جل کر تباہ ہو جائے۔ جب کہ مالک اس کے پھل کا سخت محتاج ہو یہی ریا کاروں کے اعمال کا حشر ہوگا۔ کہ میدان حشر میں جب ان کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہ کام نہیں آسکیں گے۔ کیونکہ وہ تو دنیا ہی میں ریا کاری کے بگولوں سے جل کر راکھ ہو چکے ہوں گے۔ کذالک یبین اللّٰہ۔ اللہ تعالےٰ اس طرح تمثیلات کے ذریعے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور انجام سوچ کر کوئی قدم اٹھاؤ۔ ۵۲۶؎ یہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں حلال و طیب اور عمدہ چیزیں خرچ کرو۔ مال حرام اور گھٹیا کار چیزیں خدا کی راہ میں نہ دو۔ یہاں امر وجوب کے لئے ہے اور اس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبیدہ سلمانی اور ابن سیرین سے منقول ہے۔ عن عبیدۃ السلمانی قال سألت علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن ھذہ الاٰیۃ فقال نزلت فی الزکاۃ المفروضۃ (روح ص ۳۹۔ ج ۳) فقال علی بن ابی طالب وعبیدۃ السلمانی وابن سیرین ھی الزکاۃ المفروضۃ (قرطبی ص ۳۲۰۔ ج ۳) ما کسبتم سے مال تجارت اور ما اخرجنا لکم من الارض سے زمین کی پیداوار مثلاً غلہ اور معدنیات وغیرہ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ جس طرح مال تجارت میں فرض ہے۔ اسی طرح زمین کی پیداوار میں بھی فرض ہے۔ والتفصیل فی کتب الفقہ ۵۲۷؎ لا تیمموا۔ تیمم" سے ہے۔ جس کے معنی قصد اور ارادہ کرنے کے ہیں یہ اصل میں لا تتیمموا تھا۔ ایک تا بطور تخفیف حذف کر دی گئی ہے۔ منہ تنفقون کے متعلق ہے اور یہ تیمموا کے فاعل سے حال مقدرہ ہے۔ ای لا تقصدوا الخبیث قاصدین الانفاق منہ اور ولستم باٰخذیہ تنفقون کی ضمیر سے حال ہے اور الخبیث سے بیکار اور ردی چیز مراد ہے۔ الخبیث ای الردیٔ (روح ص ۳۹۔ ج ۳) یعنی ردی اور گھٹیا چیزیں خدا کی راہ میں دینے کا ارادہ تک مت کرو۔ اپنا حال ہی دیکھ لو اگر تمہیں تمہارے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی ردی چیز دے دی جائے تو تم اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہوا اور بطیب خاطر اسے قبول نہیں کرتے ہو تو پھر خدا کی راہ میں ایسی ناپسندیدہ چیزیں کیوں دیتے ہو۔ واعلموا ان اللہ غنی حمید ○ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں وہ ان سے بے نیاز ہے یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبود کے لئے نازل کرتا ہے۔ اور وہ صفات کمال سے متصف ہے۔ اس لئے اس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔ نہ کہ گھٹیا اور بے کار چیزیں۔ ۵۲۸؎۔ یعد۔ وعد" سے مشتق ہے اور وعد اصل لغت کے اعتبار سے خیر و شر دونوں میں مستعمل ہے۔ یہاں بقرینہ مابعد شر کے لئے ہے اور اس کے معنی تخویف یعنی ڈرانے کے ہیں اور الفحشاء ہر بری خصلت کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں اس سے بخل مراد ہے۔ ای الخصلۃ الفحشاء وھی البخل وترک الصدقات (روح ص ۴۰ جلد ۳) المراد بھا فی ھذا الموضع البخل (جصاص) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فحشاء سے یہاں بخل مراد ہے اور باقی اکثر جگہوں میں اس سے زنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر مال خرچ کرو گے تو دولت کم ہو جائے گی اور مفلس ہو جاؤ گے۔ اس قسم کے وسوسے ڈال کر بخل اور کنجوسی پر اکساتا ہے۔ واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مال خرچ کرنے پر گناہوں کی معافی اور دولت میں اضافہ کا وعدہ فرماتا ہے۔ واللہ واسع علیم ○ اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے وہ خرچ کرنے کی ہمت اور خرچ کرنے پر فراخی عطا کرتا ہے۔ اور وہ غیب و شہادت کا جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ کون خرچ کرتا ہے اور کہاں اور کس نیت سے خرچ کرتا ہے۔ والمراد ھنا انہ سبحانہ وتعالیٰ یعطی من سعۃ ویعلم حیث یضع ذالک ویعلم الغیب والشھادۃ (قرطبی ص ۳۲۹۔ ج ۳) ۵۲۹؎ حکمت سے مراد دین و دنیا کی صحیح سمجھ ہے جو ہر قول اور عمل میں انسان کی صحیح راہنمائی کرے قال مجاھد الاصابۃ فی القول والفعل (قرطبی ص ۳۳۰ ج ۳) وعن مجاھد انھا الاصابۃ فی القول والعمل (روح ص ۴۱ ج ۳) دولت کو صحیح مصارف میں خرچ کرنے اور دیگر اعمال و اقوال میں ہر لحاظ سے صحیح اور سیدھی راہ اختیار کرنے کی سمجھ اور ملکہ اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ یہ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے ذریعے سے انسان دینی اور دنیوی فوائد حاصل کر سکتا اور دونوں قسم کے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمت کو خیر کثیر فرمایا۔ ۵۳۰؎ پند و نصیحت سن تو ہر کوئی لیتا ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جنکو اللہ نے حکمت اور عقل دی۔ ۵۳۱؎ تم جو صدقہ کرتے ہو خواہ فرضی ہو خواہ نفلی۔ اللہ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں بھوڑا ہو یا زیادہ۔ اسی طرح تم جو نذریں مانتے ہو خواہ وہ اللہ کی تعظیم و رضا کے لئے ہوں خواہ غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کیلئے۔ اللہ ان سے بیخبر نہیں سب کو جانتا ہے اور ہر ایک پر اسکے مطابق جزا دے گا۔ وما انفقتم من نفقۃ فی سبیل اللہ او فی سبیل الشیطن او نذرتم من نذر فی طاعۃ اللہ او فی معصیۃ فان اللہ یعلمہ لا یخفی علیہ وھو مجازیکم علیہ (مدارک ص ۱۰۶۔ ج ۱) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذر کے دو معنی آتے ہیں ایک معنی مشہور جس کا صلہ علیٰ آتا ہے۔ دوسرا معنی عہد و پیمان کرنا جس کا صلہ الیٰ ہوتا ہے یہاں معنی ثانی مراد ہے تاکہ حدیث کی مخالفت لازم نہ آئے کہ نذر سے بخیل کا مال خرچ کرایا ہوتا ہے لہٰذا معنی یوں ہونگے کہ تم جو عہد و پیمان کرتے ہو کہ تم خدا کے واسطے دو گے لہٰذا عہد پورا کرو اور مال دو۔ ۵۳۲؎ خدا کے احکام کو ٹھکرا کر اپنے حق میں ناانصافی اور ظلم کرنیوالوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اس ظلم کے بد انجام یعنی عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ بذریعہ طاقت نہ بذریعہ سفارش ای اعوان ینصرونہ من باس اللہ تعالیٰ لا شفاعۃ ولا مدافعۃ (روح ص ۴۳ ج ۳) ظالمین کا لفظ عام ہے تمام ریا کار خیرات کرکے احسان جتلانے والے۔ اللہ کی راہ میں گھٹیا چیزیں دینے والے۔ ناجائز مصارف میں دولت خرچ کرنیوالے بخلاف شریعت نذریں منتیں ماننے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنیوالے بخیل سب اس میں شامل ہیں۔ فیشمل المنفقین بالریاء والمن والاذی والمتحرین للخبیث فی الانفاق والمنفقین فی باطل والناذرین فی معصیۃ والممتنعین عن اداء ما نذروا فی حق والباخلین بالصدقۃ مما اتاھم اللہ تعالیٰ من فضلہ (روح ص ۴۳ ج ۳) ۵۳۳؎ صدقات سے یہاں جمہور کے نزدیک نفلی صدقات مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر نفلی صدقات علانیہ غریبوں کو دیئے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے دلوں میں بھی خیرات کا جذبہ بیدار ہوگا۔ اور اگر نفلی صدقات پوشیدہ طور پر مستحقین کو دے دیئے جائیں تو یہ علانیہ دینے سے بہتر ہے کیونکہ اس طرح عمل ریا کاری سے محفوظ رہتا ہے لیکن اعمال مفروضہ مثلاً زکوٰۃ۔ صوم رمضان اور فرض نماز کا اظہار بہتر ہے۔ تاکہ ترک فرض کے الزام سے محفوظ رہے۔ والمراد من الصدقات علی ما ذھب الیہ جمھور المفسرین صدقات التطوع (روح ص ۴۴ ج ۳) ذھب جمھور المفسرین

الیٰ ان ھذہ الاٰیۃ فی صدقۃ التطوع لان الاخفاء فیہا افضل من الاظہار وکذالک سائر العبادات الاخفاء افضل فی تطوعھا لانتفاء الریاء عنہا ولیس کذالک الواجبات قال الحسن اظہار الزکوٰۃ احسن واخفاء التطوع افضل (قرطبی ص ۳۳۲۔ ج ۳) القول الاول وھو قول الاکثرین ان المراد منہ صدقۃ التطوع قالوا لان الاخفاء فی صدقۃ التطوع افضل والاظہار فی الزکوٰۃ افضل (کبیر ص ۵۱۹ ج ۲) ویکفر عنکم من سیاٰتکم ان نیکیوں کی برکت سے اللہ تمہاری خطائیں معاف کردے گا۔
واللہ بما تعملون خبیر ○ اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب خبیر وبصیر اور حاضر وناظر ہونے کے نظریے کو بار بار دہرایا ہے کیونکہ گناہوں سے بچنے کا سب سے زیادہ مؤثر اور اکسیری نسخہ یہی ہے ۵۳۴ بعض مسلمان اس خیال سے اپنے کافر رشتہ داروں کو صدقہ نہیں دیتے تھے کہ شاید تنگدستی اور مفلسی کی وجہ سے ایمان لے آئیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ انکو صدقہ دیا کرو۔ باقی رہی انکی ہدایت تو تم اسکے ذمہ دار نہیں ہو۔ وہ اللہ کے اختیار میں ہے

فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ إِنْ
تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے ۵۳۳ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ف۱ ۵۳۴ اگر
تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوْهَا
ظاہر کرکے دو خیرات ۵۳۴ تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ
وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ
اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے گا
عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾
کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ف۲
لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ
تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو
يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا
چاہے ۵۳۴ اور جو کچھ خرچ کروگے تم مال سو اپنے ہی واسطے ۵۳۵ جب
تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
تک کہ خرچ کروگے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کروگے
خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ
خیرات سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا خیرات ان فقیروں
الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا
کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں ف۱ چل پھر نہیں سکتے
فِي الْأَرْضِ ۚ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ
ملک میں ۵۳۶ سمجھے ان کو ناواقف مالدار انکے سوال نہ کرنے سے
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَ
تو پہچانتا ہے انکو ان کے چہرے سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور

جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ کان ناس من الانصار لہم قرابات من بنی قریظۃ والنضیر وکانوا لا یتصدقون علیہم رغبۃ منہم فی ان یسلموا اذا احتاجوا فنزلت الاٰیۃ بسبب اولئک (قرطبی ص ۳۳۷۔ ج ۳) ۵۳۵ تمہارے صدقات سے اگرچہ محتاجوں کو فائدہ پہنچتا ہے مگر یہ فائدہ دنیوی اور فانی ہے ان کا اصل فائدہ تو تم اٹھاؤ گے جب آخرت میں ان صدقات کا ثواب تمہیں ملیگا۔ وما تنفقون یہ لفظاً خبر ہے مگر معنیً نہی ہے یعنی تم اللہ کی رضا جوئی کے سوا کسی اور غرض مثلاً ریاکاری وغیرہ کے لئے خیرات مت کرو۔ الثانی ان ھذا وان کان ظاہرہ خبرا الا ان معناہ نہی ای ولا تنفقوا الا ابتغاء وجہ اللہ (کبیر ص ۵۲۲۔ ج ۲) وما تنفقوا الخ۔ یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے اور اس میں اخلاص نیت کی ترغیب ہے۔ مطلب یہ کہ اخلاص نیت سے تمہارا خرچ کیا ہوا مال رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ تمہیں اسکا پورا پورا اجر وثواب ملے گا اور تمہاری ذرہ بھر حق تلفی نہیں ہوگی۔
۵۳۶ للفقراء مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھذہ الصدقات للفقراء (مدارک ص ۱۰۷ ج ۱) یعنی ان صدقات کے اصل مستحق تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ مراد مجاہدین اور طالبان علوم دین ہیں۔ جنہیں دین کے کاموں سے اتنی فراغت نہیں ملتی کہ وہ خود روزی کما سکیں۔ اصل میں یہ آیت اصحاب صفہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ یہ کم و بیش تین سو فقراء مہاجرین تھے جن کا کوئی کاروبار نہیں تھا یہ لوگ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور علم دین حاصل کرتے تھے اور اگر ضرورت ہوتی تو جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ یحسبھم الجاھل یہ فقیر اور محتاج مجاہد اور طالب علم چونکہ گداگری نہیں کرتے اور لوگوں سے بھیک نہیں مانگتے۔ اس لئے جو لوگ ان کے حال سے واقف نہیں ہیں وہ انہیں دولت مند سمجھتے ہیں۔ تعرفھم بسیمٰھم۔ سیما کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ اور الحاف کے معنی ہیں اصرار اور الحاح یعنی مانگنے میں ضد کرنا اور لئے بغیر نہ ٹلنا مطلب یہ ہے کہ ان کی مفلسی ان کے چہرے کی ظاہری حالت۔ ان کی عاجزی اور انکساری سے معلوم ہو سکتی ہے مگر وہ کسی سے ہرگز سوال نہیں کرتے۔ الحافا۔ سوالا محذوف کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ الحاح واصرار سے سوال نہیں کرتے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر بوقت ضرورت بغیر الحاح سوال کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ سورۃ توبہ کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ

موضح قرآن ف۱ یعنی منت قبول کی تو واجب ہوگئی۔ اب ادا نہ کرے تو گنہگار رہے۔ نذر اللہ کے سوا کسی کی نہ چاہیئے۔ مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے فلاں شخص کو دوں تو مختار ہے۔ ف۲ اگر نیت دکھاوے کی نہ ہو تو خیرات کھلی بھی بہتر ہے اوروں کو شوق آوے اور چھپی بھی بہتر ہے کہ لینے والا نہ شرماوے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسبب اشتغال بجہاد کسب کردن نمی تواند ۱۲

مَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ الَّذِينَ
جو کچھ خرچ کروگے کام کی چیز وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے۔ ف جو لوگ
يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً
خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
تو انکے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا
اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف ۵۳ جو لوگ کھاتے ہیں سود
لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ
نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیے ہوں جن
مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ
نے لپٹ کر ف ۵۳ یہ حالت ان کی اس واسطے ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے
الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ
سود لینا ف ۵۳ حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو پھر جس کو
جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ
پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اسکے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا ف ۵۴
وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
اور معاملہ اسکا اللہ کے ف حوالے ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے ف ۲ تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے۔
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے
الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ
خیرات کو ف ۵۵ اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے ف ۳ جو

منزل ۱

ع ۳۷ / ۵ — وقف لازم — وقف لازم

۱ زجر ان لوگوں کیلئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے سود لیتے ہیں ۱۲۔

۲ تخویف اخروی ۱۲۔

۳ درجہ کمال اذی ہے ۱۲۔

۴ بشارت اخروی ان کے لئے جو سود نہیں لیتے بلکہ زکوٰۃ دیتے ہیں ۱۲

اَجْلَكُمْ عَلَيْهِ (توبرع ۱۲) وما تنفقوا من خير فان الله به عليم۝ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ کے علم میں ہے وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔ ف ۵۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر وقت اور ہر حال میں خیرات کرنے اور خدمت دین میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے لیل و نہار سے عموم اوقات اور سر و علانیہ سے عموم احوال مراد ہے لیل کو نہار پر اور سر کو علانیہ پر مقدم کرکے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صدقہ میں اخفاء اور چھپا کر دینا افضل و بہتر ہے۔ المراد بالليل والنهار جميع الاوقات كما ان المراد بما بعده جميع الاحوال وقدم الليل على النهار والسر على العلانية للايذان بمزية الاخفاء على الاظهار (روح ص ۴۸ ج ۳) ف ۵۳ یہاں سے ان لوگوں کا بیان شروع ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے کسی کو قرض حسنہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اگر کسی کو قرض دیتے ہیں تو وہ بھی سود پر۔ یہ ان لوگوں کیلئے زجر ہے جو دنیا میں سود لیتے ہیں قیامت کے دن ان کا حشر اس طرح ہوگا کہ جب وہ قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے حواس باختہ ہوں گے اور وہ اس شخص کی مانند دیوانہ وار لڑکھڑاتے ہوئے میدان حشر کی طرف چلیں گے جسے شیطان نے ہاتھ لگا کر دیوانہ کردیا ہو۔ قیامت کے دن میدان حشر میں سود خواروں کی یہ خصوصی علامت ہوگی جس سے ہر ایک انہیں پہچان لے گا اور یہ میدان حشر میں انہیں رسوا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ ولعل الله تعالى جعل ذالك علامة له يعرف بها يوم الجمع الاعظم عقوبة له كما جعل لبعض المطيعين امارة تليق به يعرف بها كرامة له (روح ص ۴۹ ج ۳) وقالوا اكلهم يبعث كالمجنون عقوبة له وتمقيتا عند جميع اهل المحشر (قرطبی ص ۳۵۴ ج ۳) امام سید محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ شیطان کے مس سے جنون کا پیدا ہونا اطباء کی اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے کہ جنون غلبہ سوداء سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ایک چیز کے کئی سبب ہوسکتے ہیں جنون کا سبب قریب تو غلبہ سوداء ہے مگر سبب بعید مس شیطان ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے مثلاً یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی کے اخلاط فاسدہ میں جنون پیدا کرنے کی استعداد اپنے کمال تک پہنچ جائے اور اسکے بعد مس شیطانی سے جنون بالفعل پیدا ہوجائے لیکن ضروری نہیں کہ ہر مس شیطانی موجب جنون ہو اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ ہر جنون میں مس شیطانی کا دخل ہو (روح ص ۴۹ ج ۳) ف ۳۹ ذالك سے گذشتہ عذاب کی طرف اشارہ ہے ذالك العقاب (مدارک ص ۱۰۵ ج ۱) ذالك اشارة الى الاكل او الى ما نزل بهم من العذاب (روح ص ۵۰ ج ۳) یہ انہیں اس جرم کی سزا دی جائے گی کہ انہوں نے تجارتی کاروبار اور سودی کاروبار کو یکساں قرار دیا واحل الله البيع وحرم الربوا۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں برابر نہیں ہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے چنانچہ تجارت کو تو اللہ نے جائز اور حلال کیا ہے مگر ربا اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے جب ربا کی حرمت نازل ہوئی تو کافر سود خواروں نے اسکے جواب میں الزامی طور پر کہا کہ بیع بھی تو ربا ہی کی طرح نفع کمانے کا ایک طریقہ ہے لہٰذا اگر ربا حرام ہے تو پھر بیع و شرا کے ذریعے نفع کمانا بھی حرام ہونا چاہیئے۔ یہ انہوں نے الزاماً کہا حالانکہ انہیں کہنا یوں چاہیئے تھا کہ ربا بھی بیع ہی کی طرح ہے لہٰذا جس طرح بیع جائز ہے اسی طرح ربا بھی جائز ہونا چاہیئے۔ ف ۵۴ حرمت سود نازل ہونے کے بعد جس نے سود لینے اور اسے جائز ٹھہرانے سے توبہ کرلی اب گذشتہ گناہ پر اسکو مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جو سود وہ لے چکا ہے اسے واپس کرنا ضروری نہیں جو لے چکا سو لے چکا ای ما تقدم اخذه قبل التحريم لا يسترد منه (روح ص ۵۱ ج ۳) وامره الى الله۔ اور آخرت کا معاملہ خدا کے سپرد ہے چاہے تو اسے معاف فرمادے۔

موضح قرآن ف یعنی بڑا ثواب ہے ان کا دینا جو اللہ کی راہ میں اٹک گئے ہیں کما نہیں سکے اور اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے اہل صفہ گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت پکڑی تھی علم سیکھنے کو اور جہاد کرنے کو اسی طرح اب بھی جو کوئی حفظ قرآن کو یا علم دین میں مشغول ہو لوگوں کو لازم ہے کہ انکی مدد کریں۔ ف۲ یہاں تک خیرات کا بیان تھا آگے سود کو حرام فرمایا۔ جب خیرات کا تقید ہوا تو قرض دینا اولیٰ ہے۔ قرض پر سود کا ہے کو لیا جائے یعنی منع سے پہلے جو لیا دنیا میں پھروانا نہیں پہنچا اور آخرت میں اللہ کا اختیار ہے چاہے تو بخشے۔ باقی بعد منع کے جو کوئی لیوے وہ دوزخی ہے اور خدا کے حکم کے سامنے عقل لائی اسکی یہی سزا ہے جو فرمائی۔ ف۳ یعنی مال دار ہو کر محتاج کو قرض بھی مفت نہ دے جب تک سود نہ رکھ لے یہ نعمت کی ناشکری ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی سود سے کہ قبل آیت تحریم گرفتہ باز گردانیدنش لازم نیست ۱۲ ف۲ یعنی بعد از تحریم ۱۲

ومن عاد فاولئک الخ. حرمتِ سود کے نزول کے بعد جو شخص پھر سود لینے لگے اور اسے جائز سمجھنے لگے تو اسکی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ نافرمانی کا کامل درجہ ہے۔ قرآن ہمیشہ کفر وایمان کے کامل درجے بیان کرتا ہے۔ جیساکہ اللہ کا ارشاد ہے من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون مسند احمد میں ہے کہ من لم یحکم کے معنی ہیں من لم یحقد تو اس سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں عدم حکم کا کامل درجہ مراد ہے یعنی انکار اسی لئے اس پر کفر کا اطلاق کیا گیا۔ ۵۴۱ محق کے معنی باطل کرنے اور گھٹانے کے ہیں والمحق النقص والذھاب (قرطبی ص ۳۶۲ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ ربا سے کمائی ہوئی دولت میں برکت نہیں ہوتی اگرچہ مقدار میں وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو اور جس مال میں سود کی ملاوٹ ہو جائے گی اس کا انجام ضیاع ہوگا اور وہ مال کبھی نہ کبھی ضائع اور برباد ہو کر رہے گا یذھب ببرکتہ ویھلک المال الذی یدخل فیہ (مدارک ص ۱۰۸ ج ۱) اسکے برعکس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور خیرات دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور مال بڑھتا ہے۔ ینمیھا یزیدھا ای یزید المال الذی اخرجت منہ الصدقۃ ویبارک فیہ (مدارک ص ۱۰۸ ج ۱) واللہ لا یحب کل کفار اثیم ○ کفار کا ذکر کا مبالغہ ہے یعنی جو لوگ سود کو حلال سمجھنے کے کفر عظیم کے مرتکب ہیں اور ساتھ ہی سودی کاروبار کے گناہ میں ملوث ہیں۔ اللہ تعالے انہیں پسند نہیں کرتا۔ عظیم الکفر باستحلال الربا متمادی الاثم باکلہ (مدارک ص ۱۰۸ ج ۱) سود خوروں اور سود کو حلال سمجھنے والوں کو عذاب کی خوشخبری سنانے کے بعد آگے ان لوگوں کیلئے اجر آخرت کی خوشخبری کا بیان ہے۔ جو ایمان لانے کے بعد تمام بدنی اور مالی عبادتیں ادا کرتے ہیں اور سود لینا تو درکنار وہ اللہ کی راہ میں دل کھولکر مال خرچ کرتے ہیں۔ ۵۴۲ اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ ۵۴۳ قبیلۂ ثقیف کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بنو مغیرہ کو سود پر قرض دیا ہوا تھا۔ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد ثقیف کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ نزول حرمت سے پہلے جو سودی معاہدے ہو چکے ہیں ان پر اس حرمت کا اطلاق نہیں ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی سودی کاروبار کا معاہدہ نہ کیا جائے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے بنو مغیرہ سے سود کی رقوں کا مطالبہ کیا لیکن بنو مغیرہ نے یہ کہہ کر سود دینے سے انکار کر دیا کہ اسلام میں سود حرام ہو چکا ہے اور اسکی ادائیگی ساقط ہو چکی ہے۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی جب قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے یہ آیت سنی تو وہ فوراً اس مطالبہ سے دستکش ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم (قرطبی ص ۳۶۳ ج ۱، روح ص ۵۳ ج ۳، کبیر ص ۵۴۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ جو ربا تم پہلے لے چکے ہو اسکی واپسی کا تم سے اسلام مطالبہ نہیں کرتا لیکن جو ربا قرضدار کے ذمہ باقی ہے اسے لینے کی اجازت نہیں۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کے حکم کے سامنے گردنیں جھکا دو اور اسکی نافرمانی سے باز آجاؤ۔ ۵۴۴ سود خوروں کیلئے یہ وعید شدید اور زبردست زجر ہے یعنی اے سود خوارو! اگر تم سود لینے سے باز نہیں آتے تو تمہیں خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اب ان سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چونکہ اسلامی حکومت کا سربراہ احکام شریعت اور آئین اسلام نافذ کرنے میں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے اسلئے سود خوروں سے جنگ کو عملی جامہ پہنانا اس کا فرض ہے اگر سود خور سود کو حلال سمجھتے ہیں تو وہ مرتد ہیں کیونکہ انہوں نے خدا کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال سمجھ لیا اسلئے بوجہ ارتداد ان سے جنگ کی جائے اور اگر انہوں نے سود کو حلال تو نہیں سمجھا لیکن سود لینا ترک نہیں کیا تو وہ اسلامی حکومت کے آئین کے باغی ہیں اسلئے بوجہ بغاوت ان سے جنگ لازم ہے۔ فان لم تفعلوا ای ما امرتم بہ من الاتقاء وترک البقایا اما مع انکار حرمتہ واما مع الاعتراف فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وھو حرب المرتدین علی الاول وحرب البغاۃ علی الثانی (روح ص ۵۳ ج ۳، قرطبی ص ۳۶۴ ج ۳، خازن ص ۲۵۴ ج ۱) ۵۴۵ اگر تم نے آئندہ کیلئے سود لینے سے توبہ کر لی ہے تو تم اپنا راس المال لے سکتے ہو مگر اس سے زائد لینے کی اجازت نہیں تاکہ نہ مقروض پر ظلم ہو۔ اور نہ تم پر آجکل بعض لوگ جنکے ہاتھوں پر بینک کا سود حلال کرنیکا جنون

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا
اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۵۴۲ اے ایمان

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ
والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا
تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا ۵۴۳ ف ۱ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ

بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ
لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے ۵۴۴ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ
ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ۵۴۵ ف ۲ اور اگر

كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا
ہے تنگدست تو مہلت دینی چاہیئے کشائش ہونے تک ۲ اور بخش دو تو

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا
بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو ۵۴۶ ف ۳ اور ڈرتے رہو اس دن سے

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائیگا ہر شخص کو جو کچھ

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۵۴۷ اے ایمان والو

۳۸ ع ۸ ۶

ف ۱ سود خوروں کے لئے تخویف دنیوی ۱۲

ف ۲ تخویف اخروی ۱۲

ف ۳ مضمون جہاد اور انفاق بعض لے جو مسری بلا اور انتظامیہ کا بیان ۱۲

ب کرلے تو تم پر ظلم ہے اور منع کے بعد اگلا چڑھا ہوا سود تم مانگو تو تمہارا ظلم ہے ف ۳ یعنی جب دنیا

سوار ہے وہ کہتے ہیں کہ سود صرف وہی حرام ہے جس میں کسی فریق پر ظلم ہو اور بینک کے سود میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے لہٰذا یہ جائز ہے خدا جانے ان لوگوں کے ذہنوں میں ظلم کا کونسا تصور جاگزیں ہے۔ قرآن مجید نے تو اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنے ہی کو ایک فریق کے حق میں ظلم قرار دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرضخواہ کو حکم دیا کہ تم اپنا اصل مال لے سکتے ہو مگر اس سے زائد لینے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اصل رقم چھوڑنے کا مطالبہ ہے تاکہ تم دونوں فریق ظلم سے بچ جاؤ کیونکہ مقروض سے مقدار قرض سے زائد رقم وصول کرنا اسکے حق میں ظلم ہے اور قرضخواہ کے راس المال میں کمی کرنا اسکے حق میں ظلم ہے۔ لاتظلمون غرماءکم باخذ الزیادۃ ولاتظلمون انتم من قبلھم بالنقص من راس المال (روح ص۵۳ ج ۳) یہاں کان تامہ ہے اور ذوعسرۃ اسکا فاعل ہے فنظرۃ میں فاء جزائیہ ہے اور نظرۃ مصدر ہے اور اسکے معنی مہلت دینے کے ہیں اور یہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے یعنی فعلیکم نظرۃ (روح ص۵۴ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو اور فوری طور پر تمہارا

إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَ
جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو۵۴۷ اور
لْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ
چاہیئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے۵۴۸ اور انکار نہ کرے لکھنے والا
أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ
اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اسکو چاہیئے کہ لکھ دے۔ اور بتلاتا جاوے وہ شخص کہ
الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ
جس پر قرض ہے اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔ اور کم نہ کرے
مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا
اس میں سے کچھ۵۴۹ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے۔ بے عقل ہے
أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا۔ تو بتلا دے
وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن
کارگذار اسکا انصاف سے۵۵۰ اور گواہ کرو دو شاہد اپنے
رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ
مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان
مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا
لوگوں میں سے کہ جنکو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو
فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا
یاد دلا دے اس کو وہ دوسری۵۵۱ اور انکار نہ کریں گواہ جس وقت
مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا
وہ بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا

راس المال واپس نہ کرسکتا ہو تو اسے مہلت دیدو اور جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جائے اسوقت اس سے اپنا حق وصول کرلو۵۴۶ اَن مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیرلکم اسکی خبر ہے۔ پہلے قرض کا مطالبہ کرنے میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی اب یہاں سرے سے اصل مطالبہ سے ہی دستبردار ہو جانے کی ترغیب دی یعنی اگر مقروض اتنا غریب ہو کہ قرض ادا نہ کرسکتا ہو تو تم اسے معاف کردو اسطرح تمہیں اور زیادہ ثواب ملیگا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے ای اکثر ثوابا من الانظار (روح ص۵۴ ج ۳) یعنی ان التصدق خیرلکم وافضل لان فیہ الثناء الجمیل فی الدنیا والثواب الجزیل فی العقبی (خازن ص۲۵۴ ج ۱) یہ تبشیر اخروی تھی اب آگے تخویف اخروی ہے۵۴۵ اس آیت کے پہلے حصے میں برے اعمال سے بچنے اور دوسرے حصے میں نیک اعمال بجالانے کی ترغیب ہے۔ یوماً سے مراد قیامت کا دن ہے یوم قیامت کی دہشتناکی کے پیش نظر گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ تصور کہ وہاں بے انصافی نہیں ہوگی بلکہ اعمال کی پوری پوری جزا دی جائیگی۔ دل میں نیک اعمال کا مزید شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک جہاد اور انفاق کا مضمون مع متعلقات ختم ہوا۔ اب آگے تیسری بار امور انتظامیہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اگلے رکوع میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر ادھار پر لین دین کیا جائے تو اسے لکھ لینا چاہیئے۔ اس ضمن میں تحریر لکھنے شہادت اور رہن کے احکام بھی بیان کئے گئے ہیں یہ سب امور انتظامیہ ہیں یہ احکام اسلئے ذکر کئے گئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کا انتظام حسن و خوبی سے چلتا رہے اور باہمی نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو۵۴۷ یہاں لفظ اِذْ جو شک کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کے بجائے لفظ اِذَا استعمال کیا گیا ہے جو وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ لین دین کا معاملہ جب بالفعل واقع ہو اسوقت وثیقہ لکھنے کی ضرورت ہے اس سے پہلے نہیں۔ یہاں لفظ دین عام ہے۔ ثمن اور مبیع دونوں کو شامل ہے تمام تجارتی معاملات چار قسموں میں منحصر ہیں (۱) بیع العین بالعین یعنی سودا دست بدست ہو اسکا حکم آگے الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ میں آرہا ہے (۲) بیع الدین بالدین یعنی سودے کی مجلس میں نہ خریدار قیمت ادا کرے اور نہ فروخت کنندہ مال حوالے کرے دونوں چیزیں ادھار ہوں یہ بیع ناجائز ہے (۳) بیع العین بالدین یعنی خریدار مال وصول کرلے لیکن رقم بعد کو ادا کرنے کا وعدہ کرے (۴) بیع الدین بالعین یعنی خریدار رقم پہلے ادا کردے لیکن مال بعد میں وصول کرے اسے اصطلاح شریعت میں بیع سلم کہتے ہیں ان دونوں قسموں کا حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب تم کوئی ایسا سودا کرو جسمیں قیمت یا مبیع (فروخت شدہ چیز) ادھار ہو اسکو لکھ لیا کرو۔ القول الثالث وھو قول اکثر المفسرین ۔۔۔۔ بقی ھنا قسمان بیع العین بالدین وھو ما اذا باع شیئا بثمن مؤجل وبیع الدین بالعین وھو المسمی بالسلم وکلاھما داخلان تحت ھذہ الآیۃ (کبیر ص۴۸۵ ج ۲) یہ معاملہ لکھنے کا حکم اسلئے دیا ہے تاکہ بعد میں کسی قسم کا نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو۔ جمہور کے نزدیک یہ تحریر مستحب ہے۔ بقرینہ ما بعد فان امن بعضکم بعضا یعنی اگر کسی نے کسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے تحریر نہ لکھوائی ہو تو مرتہن الذکر (داء حق میں کوتاہی نہ کرے۔ والجمھور علی استحبابہ (ابو السعود ص۲۴۶ ج ۲، روح ص۵۵ ج ۳) ۵۴۹ یہ لکھنے کے شرعی طریقے کا بیان ہے بالعدل یکتب سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ تحریر لکھے وہ عدل و انصاف سے کام لے اور فریقین میں سے کسی ایک کی طرفداری کرکے دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے ولایاب کاتب ان یکتب

اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ
اس کی میعاد تک ف٥٥٤ اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو
اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو ف٥٥٥ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ
لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا
اور گواہ کر لیا کرو جب تم سودا کرو ف٥٥٦ اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ
شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا
گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو
اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ
اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے۔ اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے ف٥٥٧ ف١ اور اگر
كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ
تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو
مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ
ہاتھ میں رکھنی چاہیئے ف٥٥٨ پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا ادا
الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا
کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اسکا ف٥٥٨ اور
تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ
مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اس کو چھپا دے تو بیشک گنہگار ہے
قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾ لِلّٰهِ مَا فِي
دل اسکا ف٥٥٩ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اللہ ہی کا ہے جو

ع ٣٩ / ٧

ر ١ توحید پر چوتھی دلیل عقلی ١٢٠

منزل ١

یہ کاتب کیلئے دوسری ہدایت ہے یعنی اگر کاتب سے ایسی تحریر لکھنے کو کہا جائے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیئے ف٥٥٠ یہاں یہ ہدایت فرمائی کہ تحریر لکھوانے کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوتی ہے جس نے دوسرے کا حق دینا ہو کیونکہ یہ تحریر بمنزلہ اقرار ہے اور اقرار اسی کی طرف سے ہوتا ہے جسکے ذمہ کچھ واجب الادا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تلقین فرمادی کہ جسکے ذمہ حق ہو۔ دستاویز لکھواتے وقت اسے خدا خوفی سے کام لینا چاہیئے اور ٹھیک ٹھیک اس نے دوسرے کا دینا ہے وہ صحیح صحیح لکھانا چاہیئے اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں کرنی چاہیئے ف٥٥١ جسکے ذمہ حق ہو اگر وہ کم فہم ہو یا بہت بوڑھا ہو یا کسی اور وجہ سے دستاویز نہ لکھوا سکتا ہو مثلاً گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو وغیرہ تو پھر اسکی طرف سے اسکا ولی عدل و انصاف سے دستاویز لکھوا کر صاحب حق کے حوالے کرے ف٥٥٢ یہاں شہادت کے احکام بیان فرمائے ہیں یعنی مذکورہ بالا معاملہ میں تحریر پر دو گواہ بھی بنالو آیت میں خطاب مومنوں کو ہے اور ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مردوں میں سے دو گواہ منتخب کریں اس سے اسطرف اشارہ ہے کہ گواہوں کا مسلمان ہونا، بالغ مرد اور آزاد ہونا شرط ہے وفی ذکر الرجال مضافا الی ضمیر المخاطبین دلالۃ علی اشتراط الاسلام والبلوغ والذکورۃ فی الشاھدین والحریۃ لان المتبادر من الرجال الکاملون (روح صہ٥٥ ج ٣) ای من رجال المومنین والحریۃ والبلوغ مشروط مع الاسلام (مدارک صہ١٠٩ ج ١) اگر گواہی کیلئے دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد کیساتھ ایسی دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے جو قابل اعتماد ہوں۔ عورتوں پر چونکہ نسیان غالب ہوتا ہے اسلئے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے شہداء کا لفظ یہاں عام ہے اور جو لوگ کسی معاملہ میں گواہ بن چکے ہوں یا انہیں گواہ بننے کیلئے کہا جائے دونوں کو شامل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اذا ما دعوا لاداء الشھادۃ او لتحملھا (روح صہ٥٦ ج ٣) مطلب یہ ہے کہ اگر گواہوں کو گواہی دینے کیلئے یا کسی معاملہ میں گواہ بننے کیلئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیئے ف٥٥٣ تکتبوہ میں ضمیر مفعول دین یا حق کیطرف راجع ہے اور صغیرا او کبیرا دونوں اس سے حال ہیں یعنی دین اور ادھار کا معاملہ ہر حال میں لکھ لیا کرو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا محض سستی کی وجہ سے اس میں کوتاہی نہ کرو الی اجلہ میں الی بمعنی مع ہے یعنی تحریر میں ادا حق کی آخری مدت بھی لکھو ف٥٥٤ ذالکم سے لکھنے کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو لکھ لینا زیادہ سے زیادہ قرین انصاف ہے اور اسطرح گواہی بھی ہر قسم کے ردو بدل سے محفوظ رہے گی اور معاملہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر رہیگا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ یہ ماقبل سے استثناء ہے پہلے بیان فرمایا کہ اگر کسی لین دین کے معاملہ میں قیمت یا مبیع ادھار ہو تو اسکے متعلق ایک دستاویز لکھ لو یہاں فرمایا کہ اگر سودا دست بدست ہو اور کوئی چیز ادھار نہ ہو تو پھر لکھنا ضروری نہیں۔ امام عاصم کے علاوہ باقی قراء نے تجارۃ کو مرفوع پڑھا ہے اس صورت میں کان تامہ ہوگا اور تجارۃ اسکا فاعل ہوگا۔ امام عاصم کی قراءت میں تجارۃ منصوب ہے اور تکون کی خبر ہے اسکا اسم اسمیں ضمیر مستتر ہے جسکا مرجع فراء کے نزدیک تجارۃ موخر ہے بعض کے نزدیک اسکا مرجع معاملہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہے (روح صہ٦١ ج ٣) وقال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ الضمیر یعود الی المبیع والثمن جمیعا حسل التجارۃ علیھا بتقدیر ذات ای الا ان تکون ذات المبیع تجارۃ حاضرۃ۔ ف٥٥٥ بعض مفسرین نے اس حکم کو معاملہ بالدین سے مخصوص کیا ہے اور بعض نے اسے عموم پر محمول کیا ہے بہرحال یہ حکم جمہور کے نزدیک استحبابی ہے ولا یضار کاتب ولا شھید یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ کسی کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔ دستاویز لکھنے والے اور گواہ کو اس سلسلہ میں تکلیف نہ دی جائے مثلاً اگر کوئی کاتب یا گواہ کسی مجبوری کی بنا پر یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہو تو اسے اس پر مجبور نہ کیا جائے یا کاتب اور گواہ کو بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ تم نے یہ معاملہ کیوں لکھا یا تم نے اس بارے میں کیوں گواہی دی ف٥٥٦ اگر تم ایسا کروگے اور دوسروں کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں رہو گے تو یہ تمہاری طرف سے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہوگی اسلئے تم اللہ کے احکام کے بارے میں اس سے ڈرتے رہو اور یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں احکام دین سکھاتا ہے اور اسکا اسے حق پہنچتا ہے کیونکہ

موضح قرآن ف١ اس آیت میں دو چیز کا تقید فرمایا ایک تو وعدے کے معاملے کو لکھ رکھنا کہ اسمیں پھر قضیہ نہ ہو اور اپنے تئیں شبہہ نہ پڑے اور شاہد کو دیکھ کر یاد آوے۔ دوسرے یہ کہ شاہد کرلینا ہر معاملہ پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جنکو ہر کوئی پسند رکھے اور تقید فرمایا کہ نویسندہ اور شاہد نقصان کسی کا نہ کریں جو حق واجبی ہے سو ہی ادا کریں اور لکھنے میں جو دینے والا اپنی زبان سے کہے سو لکھیں یا اس کا کوئی بزرگ کہے اگر اس کو عقل نہ ہو۔

وہ دین و دنیا کی تمام مصلحتیں بخوبی جانتا ہے۔ ۵۵۵ یعنی اگر حالتِ سفر میں تم کسی سے معاملہ بالدین کرو (ادھار خرید و فروخت کرو) اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو پھر جسکے ذمہ حق ہے اس سے کوئی چیز مثلاً زیور وغیرہ رہن رکھ لو تاکہ تمہیں اطمینان ہو جائے ، اور حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے دھلی کے بعد تناسب ذالک محذوف ہے یہاں سفر کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے۔ کیونکہ سفر میں یہ احتمال قوی ہے کہ کاتب میسر نہ آسکے اسلئے رہن رکھنا حالت سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حالت حضر میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر لکھنے والا بھی مل جائے تو بھی رہن رکھنا اور لینا جائز ہے اتفقت الفقھاء الیوم علی ان الرھن فی السفر والحضر سواء وفی حال وجود الکاتب وعدمہ (کبیر ص۵۵ ج ۲) ۵۵۵ امانت سے یہاں وہ حق مراد ہے جو مدیون کے ذمہ واجب الادا ہے یعنی اگر ایک شخص دوسرے کو امین سمجھ کر اس سے ادھار خرید و فروخت کرتا ہے اور اس سے کسی قسم کی دستاویز نہیں لیتا۔ نہ کسی کو گواہ بناتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز بطور رہن اس سے لیتا ہے اپنے پاس بلکہ اسکی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے معاملہ کرے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اسکا حق ادا کرے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ۵۶ اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات ف۱
اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ
یا چھپاؤ گے اس کو حساب لے گا اس کا تم سے اللہ ۵۶ پھر بخشے گا جس کو چاہے
وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾
اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف
اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ
مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور
الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
مسلمانوں نے بھی ۵۶۲ سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اسکی کتابوں کو
وَرُسُلِهٖ ۟ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا
اور اسکے رسولوں کو کہتے ہیں ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے پیغمبروں میں سے ف۲ اور کہہ اٹھے
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٘ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾
کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ۵۶۳
لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا
اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جسقدر اسکی گنجائش ہے ۵۶۴ اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا
مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
ہے جو اس نے کیا۔ اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں ۵۶۵
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ
اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے
مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
لوگوں پر ۵۶۶ اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا جسکی ہم کو طاقت نہیں ۵۶۷

ر۱ اعتقاد مراد ہیں بقرینۂ نقل وما بعد ۱۲

ر۲ یعنی اس مسئلہ توحید پر پیغمبر اور مومنین بھی ایمان رکھتے ہیں ۱۲

ر۳ مسئلہ توحید ماننے کے بعد اللہ سے دعا مانگنے کے طریقہ کی تعلیم ۱۲

اور خدا سے ڈرے نہ اسکے حق میں کمی کرے اور نہ ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے الذی ائتمن۔ فلیؤد کا فاعل اور امانتہ اسکا مفعول ہے۔

۵۵۵ یہ گواہوں کیلئے ہدایت ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں گواہ بن جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ صحیح صحیح گواہی دیں اور اسکا کوئی حصہ چھپا کر یا اس میں ترمیم کر کے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ کوئی معمولی گناہ نہیں کرتا بلکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کا دل مجرم ہے کیونکہ جبتک دل میں کسی فعل کا ارادہ پیدا نہ ہو اسوقت تک اعضاء سے کوئی فعل سرزد نہیں ہو سکتا اور دل چونکہ تمام بدن کا مدبر اور بادشاہ ہے اسلئے اسکا جرم بھی بہت بڑا ہوگا۔ لانہ اشرف الاجزاء ورئیسھا وفعلہ اعظم من افعال سائر الجوارح فیکون فی الکلام تنبیہ علی ان الکتمان ھی اعظم الذنوب (روح ص ۶۳ ج ۳) اللہ تعالیٰ تمہارے ہر فعل سے باخبر اور واقف ہے وہ تمہارے ارادے کو بھی جانتا ہے اسلئے وہ ضرور تمہارے اعمال کی تمہیں جزا دیگا یہاں پر امور انتظامیہ کا بیان ختم ہو گیا اب آگے توحید پر چوتھی دلیل عقلی پیش کی گئی ہے۔

توحید پر چوتھی عقلی دلیل ،

اس سے پہلے سورت کے مختلف حصوں میں تین دفعہ دعویٰ توحید مذکور ہو چکا ہے اور ہر جگہ اسے عقلی دلائل سے مدلل کیا گیا ہے دعویٰ توحید کو بار بار دہرانے کی وجہ بھی مذکور ہو چکی ہے یہاں سورت کے آخری رکوع کی ابتداء میں دعویٰ توحید عقلی دلیل پیش کی گئی ہے ۵۶۰ یہ ایک ایسا جامع جملہ ہے کہ یہ ساری کائنات کو شامل ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہتی اور للہ خبر ہے جسے افادۂ حصر کیلئے مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے یعنی ساری کائنات پر تنہا اللہ ہی کا قبضہ ہے اور ہر چیز اسی ہی کے تصرف و اختیار میں ہے اور اسمیں کوئی اسکا شریک نہیں لہٰذا عبادت بھی اسی کی کرو اور حاجات و مشکلات میں صرف اسی ہی کو پکارو ۵۶۱ یہاں ما سے مراد اعتقادات اختیاریہ ہیں۔ کہ وساوس کیونکہ ابداء اور اخفاء دونوں میں اختیار فاعل کو دخل ہے۔ اور وساوس خود بخود دل میں آتے ہیں ان میں فاعل کو کوئی دخل نہیں ہوتا اسلئے وساوس پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیونکہ وہ اس آیت کے تحت داخل ہی نہیں ہیں فیغفر لمن یشآء الخ۔ محاسبہ کے بعد جسے وہ چاہے گا محض اپنے فضل و احسان سے معاف کر دیگا اور جسے چاہے گا قانون عدل و حکمت کے تحت

سزا دیگا ۵۶۲ اس سورۃ جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت۔ نماز، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، جہاد، انفاق اور حرمت ربا وغیرہ احکام بیان فرمائے ہیں اب سورت کے اختتام پر ارشاد فرمایا کہ خدا کا پیغمبر اور تمام مومنین ان احکام

موضح قرآن ف۱ یہاں سے معلوم ہوا کہ دل کے خیال پر بھی حساب ہوگا یہ سنکر اصحاب نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ حکم سخت مشکل ہے۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرح انکار مت کرو۔ بلکہ قبول رکھو اور اللہ سے مدد چاہو۔ پھر لوگوں نے کہا کہ ہم ایمان لاتے اور قبول کیا۔ اللہ کے ہاں یہ بات پسند ہوئی تب اگلی دو آیتیں اتریں۔ ان میں حکم آیا کہ مقدور سے باہر چیز کی تکلیف نہیں اب جو کوئی دل میں خیال کرے گناہ کا اور عمل میں نہ لاوے اس کو گناہ نہیں لکھتے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از قسم نفاق و اخلاص و حسد و نصیحت و مثل آن از قسم حدیث نفس ۱۲ ف۲ یعنی بعض را معتقد و بعض را منکر نمی باشیم ۱۲

کو دل وجان سے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور عملی زندگی میں ان پر عمل پیرا ہیں آگے اسکی قدرے تفصیل ہے۔ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ الخ. خدا کا پیغمبر اور سارے کے سارے مومن خدا کی توحید پر ایمان لا چکے ہیں. خدا کے فرشتوں، اسکی کتابوں اور اسکے تمام رسولوں کے برحق ہونے پر بھی ایمان لا چکے ہیں۔ رسولوں کے درمیان تفریق کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام رسولوں کو مانتے ہیں ایسا نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں جس طرح عیسائیوں نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم اور یہودیوں نے آپ کے ساتھ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بھی انکار کیا ٥٦٣ قالوا کا عطف اٰمن پر ہے پہلے انکے ایمان کا ذکر فرمایا۔ یہاں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا تذکرہ کیا. وھو حکایۃ لامتثالھم الاوامر والنواھی اثر حکایۃ ایمانھم (روح ص ٦٨ ج ٣) سمعنا کے معنی اجبنا کے ہیں اور غفرانک سے پہلے طلبنا فعل محذوف ہے قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ بعض مفسرین نے اغفر محذوف مانا ہے یعنی وہ سب زبان سے اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیرے تمام احکام قبول کئے اور تیری مکمل اطاعت

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰىنَا

اور درگذر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ (٢٨٦) ع

مدد کر ہماری کافروں پر ١

سُورَةُ اٰلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُونَ رُكُوعًا

سورۃ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اس میں دو سو آیتیں ہیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمٓ (١) اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (٢) نَزَّلَ

٢ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا آتاری

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

تجھ پر کتاب سچی ٣ تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی اور

أَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيلَ (٣) مِنْ قَبْلُ هُدًى

اتارا توریت اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی

لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

ہدایت کے لئے اور اتارے فیصلے ٤ بے شک جو منکر ہوئے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ

اللہ کی آیتوں سے انکے واسطے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ زبردست ہے

ذُو انْتِقَامٍ (٤) إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ

بدلہ لینے والا ٥ اللہ پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں

وَلَا فِي السَّمَآءِ (٥) هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ

اور نہ آسمان میں ٦ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس

کا عہد کیا اور ہم تجھ سے عفو و درگذر کی درخواست کرتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر ہم نے تیرے سامنے حاضر ہونا ہے ٥٦٤ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عام قانون ہے کہ وہ کسی انسان کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور اس سے ایسے احکام کی تعمیل کا مطالبہ نہیں کرتا جو اسکی طاقت سے باہر ہوں. اس سورت کے تمام احکام انسان کے دائرہ قدرت میں داخل ہیں اور اسمیں کوئی ایسا حکم نہیں جس کی تعمیل انسان کیلئے ناممکن ہو کیونکہ تمام مومنین ان احکام کو دل وجان سے قبول کرکے انہیں عملی زندگی میں اپنا معمول بنا چکے ہیں لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت یہ ایک دوسرا قانون ہے کہ ہر آدمی کو اسکے اپنے ہی نیک اعمال کا نفع پہنچے گا اور ہر شخص اپنے ہی بداعمال کی سزا پائے گا ٥٦٥ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ بھی قالوا کے تحت داخل ہے اور مومنین کی بقیہ دعاؤں کی حکایت ہے اور بعض کا خیال ہے کہ دعا کی تعلیم ہے اور اس سے پہلے قولوا محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو تعلیم دے رہا ہے کہ اسطرح دعا مانگا کرو. اور نسیان سے یہاں ترک اور خطأ سے عصیان مراد ہے۔ المراد من الاول الترک ..... والمراد من الثانی العصیان (روح ص٦٨ ج٣) والقول المعانی فی تفسیر النسیان ان یحمل علی الترک (کبیر ص٥٧ ج٢) کذا فی مشکل القرآن لنظر یعنی اے اللہ اگر ہم سے عمداً یا خطأً تیری نافرمانی ہو جائے تو اس پر مؤاخذہ نہ فرمانا مومنین کی پہلی دعا ہے جسمیں گناہوں کی مغفرت کی درخواست ہے ٥٦٦ اصر سے مراد وہ احکام ہیں جو مشکل ہوں اور جنہیں انسان مشقت سے برداشت کرسکے والمراد بہ التکالیف الشاقۃ (روح ص٦٨ ج٣، ابو السعود ص٢٠٥ ج٢) جس طرح یہودیوں پر تھے مثلاً مال سے چوتھا حصہ زکوٰۃ دینا اور ناپاک کپڑے کا پانی سے پاک نہ ہونا وغیرہ قال المفسرون ان اللہ تعالیٰ امرھم باداء ربع اموالھم فی الزکوٰۃ ومن اصاب ثوبہ نجاسۃ امر بقطعھا الخ (کبیر ص٥٧ ج٢) ٥٦٧ یہ مومنوں کی تیسری دعا ہے اور اس میں درخواست کی گئی ہے کہ انہیں ایسی مصائب اور آزمائشوں میں نہ ڈالا جائے جو انکی طاقت اور بساط سے بڑھ کر ہوں. واعف عنا واغفر لنا وارحمنا الخ. یہ آخری دعا ہے مومنین ایک طرف اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرکے اللہ سے عفو و درگذر کی التجا کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ سے اسکی رحمت مانگتے ہیں مشرکوں اور کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اسباب مہیا کرنے کے بعد محض اللہ کی رحمت اور اسکی مدد پر اعتماد کرتے ہیں. سورۃ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی جمیع عبادہ الصالحین۔

سورۂ بقرہ میں آیات توحید

١- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (ع ۳) دعوی توحید مع دلیل عقلی۔

۲- كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (ع ۳) متعلق بدلیل عقلی

۳- اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (ع ۱۳) متعلق بدعوی توحید

۴- وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (ع ۱۴)

۵- اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (ع ۱۶)

۶- صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ (ع ۱۶)

۷- وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (ع ۱۹) نفی شرک فعلی

۸- اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۥ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (ع ۳۴) نفی شفاعت قہری

۹- لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (ع ۴۰) توحید پر چوتھی عقلی دلیل

سُورۂ آلِ عمران

نام اس سورت کے چوتھے رکوع میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۂ آل عمران رکھا گیا ہے۔

شانِ نزول مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو انکے ساٹھ چیدہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ وفد میں تین آدمی سرکردہ تھے یعنی عاقب، سید اور ابو حارثہ۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے لگے اور کہا کہ وہ اللہ کے ولد اور نائب ہیں اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہمارے معبود ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب تو زندۂ جاوید اور سارے جہان کا نگہبان اور رازق ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، وہ ماں کے رحم میں اپنی مرضی کے مطابق بچے کی شکل بناتا ہے، وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ جب ان صفات میں سے کوئی صفت بھی ان میں نہیں تو پھر وہ معبود کس طرح بن سکتے ہیں اس پر سورۂ آل عمران کی ابتدائی اسی آیتیں نازل ہوئیں (خازن۔ ج ۱ ص ۲۶۶ و حاشیہ شاہ عبد القادرؒ)

ربط سورۂ آل عمران کو سورہ بقرہ سے تین طرح کا ربط ہے۔ ربط اوّلؔ (نامی)، سورۂ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے اقرار لیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، صرف اسی کو پکاریں اور صرف اسی ہی سے حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب مدد مانگیں، سورۂ بقرہ میں گائے کی عبادت اور تعظیم سے نفرت دلائی اور سورۂ آل عمران میں تلقین فرمائی کہ اللہ کی عبادت اور پکار میں اللہ کے نیک بندوں کو شریک نہ کریں جس طرح نصاریٰ نے آل عمران کی عبادت کی حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ بنایا۔ ربط دوؔم۔ سورہ بقرہ کے آخر میں فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ سے مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں اللہ سے مدد اور نصرت طلب کرنے کی تعلیم دی گئی۔ سورۂ آل عمران میں بتایا وہ کونسے کفار ہیں جنکے خلاف اللہ سے مدد مانگنے کا حکم ہوا ہے یعنی اس سے مراد مشرکین ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اللہ کے بندوں کو مالک و مختار سمجھ کر مصیبتوں میں پکارتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ جو حضرت عیسےٰ اور مریم علیہما السلام کو معبود سمجھتے اور انکو مافوق الاسباب پکارتے ہیں۔ ربط ثالثؔ۔ سورۂ بقرہ میں قرآن مجید کے تمام مضامین کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے اور سورۂ آل عمران میں ان میں سے چار زیادہ اہم مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ اوّلؔ۔ توحید جسکے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے اور زیادہ زور شرک اعتقادی کی نفی پر دیا گیا ہے۔ دوؔم۔ رسالت یعنی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ سوؔم جہاد فی سبیل اللہ اور چہارؔم انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا

خلاصۂ مضامین اس سورت کے خلاصۂ مضامین کی دو تقریریں ہیں۔ تقریرِ اوّل۔ اس سورت میں مشرکین نصاریٰ کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ انہیں کچھ شبہات توحید کے بارے میں تھے اور کچھ رسالت کے بارے میں۔ توحید کے متعلق انکے دلوں میں پانچ شبہات تھے

شبہات متعلقہ توحید

پہلا شبہ۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں روح اللہ، کلمۃ اللہ اور ابن اللہ (کما فی الانجیل قالہ الخازن ص) وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق ہے اور وہ اللہ کے نائب ہیں۔ اللہ نے ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا ہے۔ اس لئے ان کو پکارنا چاہیئے۔

دوسرا شبہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست اور چنگا بھلا کر دیتے تھے مردوں کو زندہ کر دیتے مٹی کے بے جان پتلے میں پھونک مار کر اسے جاندار بنا دیتے اور گھر میں رکھی ہوئی چیزیں بتا دیتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ متصرف و مختار، کارساز اور غیب دان تھے۔

تیسرا شبہ یہیں اپنے بڑوں کی کچھ ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبادت اور پکار کا حکم دیا تھا اور اسی وجہ سے ہمارے اکابر ان کو پکارتے تھے۔

چوتھا شبہ۔ حضرت مریمؑ کے پاس ہر وقت بے موسم کے پھل موجود رہتے تھے حالانکہ انکو کوئی لاکر نہیں دیتا تھا تو اس سے معلوم ہوا وہ خود صاحب اختیار و تصرف تھیں اور جب چاہتیں بے موسم کے میوے حاصل کرلیتی تھیں اس لئے حاجتوں اور مشکلوں میں انہیں مدد کے لئے پکارنا چاہیئے۔

پانچواں شبہ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں انکے انتہائی بڑھاپے کے زمانے میں بیٹا پیدا ہوا جب کہ انکی بیوی صاحبہ بھی ولادت کے قابل نہ تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اختیار اور تصرف حاصل تھا اور وہ کارساز تھے جبھی تو بے موسم بیٹا پیدا کرلیا۔

شبہات کے جوابات

پہلے شبہ کا جواب۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ الآیۃ میں اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں اور انکا حکم یہ ہے کہ ان کی تاویل محکمات کے مطابق کی جائے گی۔ اگر انکی تاویل سمجھ میں نہ آئے تو ان میں زیادہ بحث و کرید کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ان پر اسقدر اجمالی ایمان کافی ہے کہ ان سے اللہ کی جو مراد ہے وہ برحق ہے۔ لہٰذا ایسے موہم شرک الفاظ سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل سامری کے بچھڑے کی آواز سے دھوکہ کھاکر اسے الٰہ سمجھنے لگے تھے مگر اللہ نے انکو انہیں معذور قرار نہیں دیا تھا چنانچہ ارشاد فرمایا اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا (طٰہٰ ع ۴)

دوسرے شبہ کا جواب۔ رکوع ۵ میں اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ الخ سے اس شبہ کا جواب دیا کہ مٹی سے پرندہ پیدا کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اور بعض غائب چیزوں کی اطلاع دے دینا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے معجزہ کے طور پر تھا انہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی قدرت اور طاقت کو کوئی دخل نہیں تھا کیونکہ معجزات محض اللہ کے حکم سے اور اسکی قدرت سے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں انکا ظاہر کرنا انکے اختیار میں نہیں ہوتا یہاں پہلے چار کاموں کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگائی اور پانچویں کے بعد فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ مطلب یہ کہ سارے کام محض اللہ کے حکم سے بطور معجزہ ظہور پذیر ہوئے ان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قدرت کو دخل نہیں تھا۔

نیز حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خود اپنی قوم سے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (ع ۵) یعنی میرا اور تمہارا رب اور کارساز اللہ ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی ہی کو پکارو۔ اس کے بجائے انہوں نے اپنی قوم سے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میں تمہارا رب اور کارساز ہوں لہٰذا جو شخص خود اللہ کو اپنا کارساز مانتا ہو وہ اوروں کا کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ یہود ان کا دین قبول نہیں کرینگے۔ بلکہ وہ شرارت اور دشمنی پر آمادہ ہوچکے ہیں تو اعلان فرمایا کہ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ یعنی اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے اگر وہ خود کارساز اور مالک و مختار ہوتے تو اس طرح اپنے عجز کا اظہار نہ فرماتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے شر سے بچانے کے لئے فرمایا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ (ع ۶) تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کے شر سے محفوظ رہنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اختیار اور قبضہ میں نہ تھا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مالک و مختار اور متصرف و کارساز نہیں تھے اور نہ ہی ان کو پکارنا جائز ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) اس میں تیسرے شبہ کا جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان اور بشر کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرماکر اسے کتاب و حکمت عطا کرتا اور اسے دعوت توحید کو عام کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ وہ پیغمبر اپنی رسالت و نبوت کے تقاضوں اور اللہ کے احکام کے خلاف توحید کی اشاعت و تدریس کی بجائے شرک کی تلقین و تبلیغ فرمانے لگے اور اللہ کی عبادت اور پکار کی بجائے اپنی عبادت اور پکار کی تعلیم دینے لگے اسلئے جو شرکیہ کلمات اللہ کے سچے رسول حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں اور عیسائیوں کے گذشتہ علماء اور ان کے بڑے بڑوں کا افتراء ہیں حضرت مسیح علیہ السلام ان سے بری ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب۔ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (ع ۴) حضرت مریم صدیقہ کے پاس بے موسم کے میووں کا موجود ہونا ان کے قبضہ و اختیار میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضرت مریم کے لئے اظہار کرامت کے طور پر بھیج دیتا تھا۔

پانچویں شبہ کا جواب۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ تا وَ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ (ع ۴) حضرت زکریا علیہ السلام نے تو بیٹے کیلئے اللہ سے دعا اور التجا کی تھی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو بیٹا عطا کیا اس میں ان کو کوئی اختیار اور تصرف حاصل نہیں تھا۔

ان پانچوں شبہات کے دو مشترک جواب بھی دیئے ہیں۔ اوّل۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى تا ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ (ع ۴) یہ تمام حضرات بلاشبہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے لیکن معبود بننے کے لائق نہیں تھے کیونکہ ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور مخلوق تھے لہٰذا جو خود اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو دوسرے کا حاجت روا اور کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ دوم۔ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (ع ۴) سمیع بکل شیء (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شیء (سب کچھ جاننے والا) صرف اللہ ہی ہے یہ حضرات ان صفات سے متصف نہیں ہیں لہٰذا وہ الٰہ اور معبود بننے کے لائق بھی نہیں ہیں کیونکہ معبود کے لئے ان دونوں صفتوں سے متصف ہونا ضروری ہے۔

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ نصاریٰ زیادہ زور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر دیتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی الوہیت کی نفی پر زیادہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔

شبہات متعلقہ رسالت

مشرکین عرب کی طرح مشرکین نصاریٰ کو اصل ضد تو مسئلہ توحید سے تھی اسلئے اسکے انکار کیلئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر طعن کرتے اور اس میں شبہات پیدا کرتے تھے چنانچہ نصاریٰ اور مشرکین نے آپکی رسالت میں تین شبہات کا اظہار کیا۔ پہلا شبہ:۔ پہلے انبیاء علیہم السلام پر اونٹ کا گوشت حرام تھا مگر اس نبی نے اسے حلال کردیا ہے یہ تو پہلے نبیوں کی مخالفت کرتا ہے اس لئے سچا نبی نہیں ہے۔

دوسرا شبہ:۔ قدیم سے بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ چلا آرہا ہے مگر اس نبی نے تمام انبیاء کا قبلہ چھوڑ کر ایک نیا قبلہ بنالیا ہے۔

تیسرا شبہ:۔ جنگ احد میں مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں شکست ہوئی اور انہیں شدید جانی اور مالی نقصان ہوا اگر یہ پیغمبر ہوتا اور یہ مسلمان سچے دین پر ہوتے تو کیوں شکست کھاتے اور مارے جاتے

شبہات کے جوابات

پہلے شبہ کا جواب۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ تا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ع ۱۰) نصاریٰ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ پہلے انبیاء پر اونٹ کا گوشت حرام تھا بنی اسرائیل کے لئے کھانے کی

سب چیزیں جن میں اونٹ کا گوشت بھی شامل ہے حلال تھیں۔ البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اطباء کے مشورے کی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کر رکھی تھی۔

دوسرے شبہ کا جواب۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ تا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (ع ۱۰) دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ (ع ۱۳) تا وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حسب وعدہ فتح دی جیسا کہ ارشاد ہے وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ الآیہ (ع ۱۶) لیکن ان سے ایک غلطی سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل کر دی گئی۔ اس لئے یہ وقتی شکست محض ابتلاء اور امتحان کے لئے تھی ورنہ جنگ بدر میں باوجود اس کے کہ مسلمان کافروں کی نسبت تعداد میں بہت تھوڑے تھے اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو کافروں پر فتح دی۔

خلاصہ مضامین کی دوسری تقریر

سورۂ آل عمران میں چار مضامین بیان کئے گئے ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) جہاد اور (۴) انفاق۔ ابتداء سورت سے اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) تک توحید کا بیان ہے اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (ع ۹) سے فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ع ۱۰) تک رسالت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ (ع ۱۱) سے وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ع ۱۹) تک جہاد فی سبیل اللہ کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ شروع میں ترغیب الی الجہاد ہے اور جہاد کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

چاروں مضامین کا اعادہ

پھر وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں مضمون توحید کا بالاجمال اعادہ کیا گیا ہے اور رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ (ع ۲۰) میں مضمون رسالت اور فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا الخ میں جہاد اور انفاق کا اجمالی ذکر دہرایا گیا ہے۔

مضامین اربعہ کا اجمالی اعادہ

پھر آخری آیت میں چاروں مضمونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں توحید کی طرف صراحۃً اور رسالت کی طرف تبعاً اور اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا میں جہاد کی طرف صراحۃً اور انفاق کی طرف اجمالاً اشارہ کیا گیا ہے۔

توحید

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سورت میں نصاریٰ کے شرکیہ عقائد کی تردید کے ساتھ ساتھ چھ بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

پہلی بار پہلے سورت کی ابتداء میں اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے دعویٰ توحید پیش کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ یعنی پکارے جانے کے لائق نہیں۔ پھر اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (ع ۱) تک جو آیات توحید ہیں۔ ان میں توحید کی تین دلیلیں بیان کی گئی ہیں ۱۔ دلیل وحی نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ سے ۲۔ دلیل نقلی وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ سے اور ۳۔ دلیل عقلی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ الخ میں بیان کی گئی ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ میں تینوں دلیلوں کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری بار پھر شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ تا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (ع ۲) میں مضمون توحید بیان کیا گیا ہے اس جگہ توحید پر تین دلائل نقلیہ پیش کئے گئے ہیں۔ دلیل[۱] نقلی کتب سابقہ سے شَھِدَ اللّٰہُ سے اسی طرف اشارہ ہے ای شھد اللہ فی الکتب السابقۃ انہ لا الہ الا ھو یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں گواہی دی ہے (بیان کیا ہے) کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ دلیل[۲] نقلی فرشتوں سے اور دلیل[۳] نقلی انبیاء سابقین اور علماء ربانیین سے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ میں اسی کا بیان ہے۔

تیسری بار تیسری بار قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ سے تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (ع ۳) میں توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یہ توحید کی پہلی تمام دلیلوں کا ثمرہ ہے یعنی جب دلیل وحی، دلیل نقل اور دلیل عقل سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا عبادت اور پکار کے لائق اور کوئی نہیں تو پھر اللہ سے اسطرح دعا کیا کرو کہ اے اللہ ہماری حاجتیں پوری فرما یہاں مقصود بالنداء محذوف ہے ای اقض حاجتی

چوتھی بار اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ سے وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (ع ۴) تک میں چوتھی بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یعنی اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں لیکن معبود یا حاجت روا بننے کے لائق نہیں ہیں کیونکہ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وہ مخلوق ہیں اور ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اس لئے وہ خود محتاج ہیں اور عبادت اور پکار کے لائق نہیں نیز سمیع لکل شیء (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شیء (سب کچھ جاننے والا) بھی اللہ ہی ہے وہ نہیں ہیں۔

پانچویں بار وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (ع ۱۱) میں پانچویں بار توحید کا ذکر آیا ہے یعنی زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور تمام اختیارات اور تصرفات اللہ کے قبضہ میں ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مائی مریم علیہا السلام کے قبضہ میں۔ لہٰذا نہ ان کی عبادت کرو اور نہ ان کو پکارو۔

چھٹی بار پھر آخر میں وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (ع ۱۹) میں مضمون توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی دفعہ مضمون توحید کا ذکر کر کے دو شبہوں کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کلمۃ اللہ، روح اللہ اور ابن اللہ جیسے موہم شرک کلمات ملتے ہیں۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ الخ سے اسکا جواب دیا گیا کہ یہ متشابہات میں سے ہیں ان پر اجمالی ایمان لانا کافی ہے ان کا علم خدا کے حوالے کرنا ضروری ہے اور انکے معانی کے درپے ہونا جائز نہیں۔ اسکے ضمن میں دینوی اور اخروی تخویف بھی ہے۔

دوسرا شبہ یہ تھا کہ کافروں کے پاس مال بہت ہے اگر کافر اللہ کو ناپسند ہوتے تو ان کو اس قدر دولت کیوں دیتا۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ الخ (ع ۲) سے اسکا جواب دیا کہ یہ محض چند روزہ ٹھاٹھ اور عارضی زیب و زینت ہے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تو اللہ کے یہاں ہیں اور صرف انہیں لوگوں کو ملیں گی جنہوں نے ایمان کے بعد شرک نہ کیا اور اعمال صالحہ بجالائے۔ اس کے ضمن میں دنیادار عالموں اور پیروں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ بھی فرما دی کہ وہ چند روزہ دولت سے فریب خوردہ ہو گئے ہیں اور توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دوسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ الخ یعنی جب دلائل نقلیہ سے ثابت ہوگیا کہ مسئلہ توحید تمام پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور سچے عالموں نے بھی مسئلہ توحید بیان کیا اور اللہ کو بھی یہی توحید والا دین (اس کو) پسند ہے پھر اس سے اہل کتاب کے عالموں نے محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اسکے خلاف لکھ گئے اور اب پچھلے ان کی عبارتیں دیکھ دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو رہے ہیں تیسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا کہ جب مسئلہ توحید کی مخالفت صرف ضدی اور خدا کے باغی عالموں ہی نے کی ہے تو ان سے پورا پورا بائیکاٹ کیا جائے اور مسلمان ایسے باغیوں اور گمراہوں سے دوستی نہ کریں۔ چنانچہ فرمایا لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ (ع ۳) چوتھی بار ذکر توحید کے بعد چند شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ فرما کر واضح کیا کہ عمران کی بیوی حضرت مریم صدیقہ، حضرت عیسٰے اور حضرت زکریا علیہم السلام عبادت اور پکار کے لائق نہیں شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے تو انہیں مباہلہ کا چیلنج دیجئے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ الآیہ (ع ۶) اگر وہ مباہلہ کے لئے بھی میدان میں نہ آئیں تو آپ ایک بار پھر توحید کا اعلان فرمادیں وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ۔

اسکے بعد قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ الخ (ع ۷) سے اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی۔ پھر اہل کتاب کے پانچ شکوے ہیں۔

پہلا شکوہ، قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِىْۤ اِبْرٰهِيْمَ تا وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (ع ۷)، دوسرا شکوہ، يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ تا وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (ع ۷)، تیسرا شکوہ، وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِىْۤ تا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (ع ۸)، چوتھا شکوہ، وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ تا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ع ۸)، پانچواں شکوہ، وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ تا وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (ع ۸)

اس کے بعد مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) میں توحید سے متعلق تیسرے شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کچھ ایسے کلمات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پکارنا چاہیئے۔ جواب دیا کہ یہ ان پر بہتان ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ کا پیغمبر شرک کی تعلیم دے۔

رسالت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ (ع ۹) سے رسالت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ وہ رسول آگیا جو پہلے انبیاء کی دعوت توحید کی تصدیق کرتا ہے اور جس پر ایمان لانے کی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو تلقین کی تھی۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور اس کی دعوت یعنی توحید کو مانو۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ع ۱۰) ایمان کے درجۂ کمال کو تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم مسئلہ توحید کو نہ مان لو اور اس کی خاطر اپنی محبوب ترین دینوی ریاست، شان وشوکت اور گدیاں نہ چھوڑ دو۔ اس کے بعد كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ سے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تک میں رسالت سے متعلق پہلے شبہ کا جواب ہے۔ اور اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ سے دوسرے شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔

جہادِ فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (ع ۱۱) سے آخر تک جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون مذکور ہے ابتدا میں جہاد کی ترغیب ہے اس کے بعد چار دفعہ جہاد کا اور چار دفعہ انفاق کا ذکر ہے۔

رکوع ۱۱ کی مذکورہ بالا آیت سے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ع ۱۳) تک مضمون جہاد ہے اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا (ع ۱۴ کی ابتدا) سے وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (ع ۱۴) تک مضمون انفاق کا ذکر ہے کہ اپنا روپیہ سود میں نہ لگاؤ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پھر وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (ع ۱۴) سے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ع ۱۸) تک جہاد کا ذکر ہے اور اسکے بعد وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ سے جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (ع ۱۸) تک انفاق کا مضمون مذکور ہے اسکے بعد كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ الآیہ اور لَتُبْلَوُنَّ فِىْۤ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ الآیہ (ع ۱۸) میں جہاد اور انفاق کی طرف اشارہ ہے مضمون جہاد کے سلسلے میں مشرکین اور نصاریٰ کے ایک شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ اگر یہ پیغمبر سچا ہوتا اور مسلمانوں کا دین خدا کا پسندیدہ دین ہوتا تو جنگ احد میں ان کو شکست نہ ہوتی اس شبہ کا جواب اللہ تعالٰے نے تدریجًا دیا ہے۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ الخ (ع ۱۳) میں فرمایا کہ اللہ نے کب مسلمانوں کو چھوڑا ہے۔ جنگ احد میں دو قبیلے ہمت ہارنے کا ارادہ کر رہے تھے تو اللہ نے ان کی امداد فرمائی اور انکے دلوں سے وہ غلط ارادہ محو ہوگیا اور انکے دلوں میں اخلاص اور ہمت پیدا ہوگئی اور پھر جنگ بدر کا واقعہ دیکھ لو اسمیں قلت عدد اور قلت سامان کے باوجود اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور انکو فتح دی۔

پھر فرمایا اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (ع ۱۴) جنگ احد میں اگر مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ تو یہ کونسی بڑی بات ہے۔ کافر بھی تو جنگ بدر میں اتنا بڑا نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اسکے بعد اصل جواب دیا کہ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (ع ۱۶) یعنی اللہ نے تو مسلمانوں کو فتحیاب کرنیکا وعدہ پورا فرمادیا تھا چنانچہ مسلمان کافروں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ یہاں تک کہ مسلمانوں سے ایک غلطی ہوگئی کہ انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مورچہ چھوڑ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست میں بدل گئی ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ اور یہ محض مسلمانوں کے امتحان اور ابتلاء کے لئے تھا نہ اسلئے کہ ان کا دین سچا نہیں۔ اسکے بعد اللہ تعالٰے نے مسلمانوں کی یہ غلطی معاف کرکے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ کا سرٹیفکیٹ فرمادیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ (ع ۱۷)، ان لوگوں کے فضائل اور درجات بیان فرمائے جو اس جہاد میں شہید ہوئے اور اس سے پہلے اور اسکے بعد ان منافقین کو زجر کیا گیا ہے جو مجاہدین کو طعن دیتے تھے۔ آخر میں لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ الخ اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ (ع ۱۹) میں مشرکین اہل کتاب پر زجر ہے جو اللہ پر افترا کرتے تھے اور جن سے مسئلہ توحید بیان کرنے کا عہد لیا گیا تھا مگر انہوں نے دولت دنیا کی خاطر اللہ کے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور حق کو چھپایا مضمون جہاد کی ابتداء میں لَيْسُوْا سَوَآءً الخ (ع ۱۲)، اور سورت کے اختتام پر وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ الخ (ع ۲۰)، میں فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں اچھے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاچکے ہیں۔ انکو آخرت میں نجات کی خوشخبری بھی دی ہے

سورۂ آل عمران کا مختصر خلاصہ

آخری پیغمبر آچکا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا لایا ہوا پیغام توحید مان لو اور حضرت عیسٰی اور حضرت مریم علیہما السلام کی عبادت اور پکار چھوڑ دو۔ آخری پیغمبر کے ساتھ مل کر اشاعت توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

پہلا حصّہ ۔ توحید

ذکر مضمون توحید بار اوّل

۱؎ اس پر کلام سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ دعوٰے توحید ہے۔ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ مبتدا محذوف کی خبر ہے (مدارک ج ۱ ص ۱۱۳)، یہاں سے لے کر الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک ۲؎ ہے توحید کی پہلی دلیل ہے۔ جو تین ضمنی دلیلوں پر مشتمل ہے۔ (۱) دلیل وحی (۲) دلیل نقلی اور (۳) دلیل عقلی۔ پہلی دونوں دلیلوں کا ذکر اشارۃً ہے اور تیسری کا صراحۃً۔ ۳؎ یہ دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ کا یہ دعوٰی اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ وحی ربانی کے تابع ہے۔ اللہ نے آپ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے اس میں آپکو یہ دعوٰی پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۴؎ مصدقًا

الکتاب سے حال مؤکدہ ہے (روح ج ۳ ص۷۵ ، بحر ج ۲ ص۳۷۷) ما بین یدیہ سے کتب سابقہ مراد ہیں۔ قرآن مجید کے کتب سابقہ کی تصدیق کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ کتب سابقہ میں توحید و رسالت، نفی شرک اور عدل و
احسان کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن ان سے اختلاف نہیں کرتا بلکہ انکی تصدیق کرتا ہے المراد منہ انہ لم یبعث نبیا قط الا بالدعاء الی التوحید والایمان وتنزیھہ عما لا یلیق بہ والعدل و
الاحسان والشرائع التی ھی صلاح اھل کل زمان فالقرآن مصدق لتلک الکتب فی کل ذالک (بحر ج ۲ ص ۳۷۷) اور الفرقان سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ اس سے حق و باطل اور حلال و حرام میں
امتیاز ہوتا ہے (روح ج ۳ ص۷۶، خازن ج ۱ ص۲۶۹) اس آیت میں دلیل نقلی من الکتب السابقہ کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ دعوےٰ صرف قرآن ہی میں نہیں بلکہ تمام کتب سابقہ جو اپنے اپنے زمانہ میں لوگوں کیلئے ذریعہ ہدایت
تھیں انمیں بھی یہ دعوئ توحید موجود تھا۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل ع ۱ میں ہے۔ وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دعوئ توحید کیا تھ

يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦﴾ هُوَ الَّذِيْٓ
طرح چاہے۔ کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا زبردست ہے حکمت والا وہی ہے جس نے
اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ
اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی انکے معنی واضح ہیں وہ اصل
اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جنکے معنی معلوم یا معین نہیں ۸ سو جن کے دلوں میں
زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ
کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے
وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ ۘ وَ
اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے ۸ اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے ۹ اور
الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ
مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے۔ سب ہمارے رب کی
عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا
طرف سے اتری ہیں ۱۰ اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔ ف اے رب
لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ
نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس
لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ
سے رحمت تو ہی سب کچھ دینے والا ہے ۱۱ اے رب تو
جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
جمع کرنیوالا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں
يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٩﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ
کرتا وعدہ ۱۲ بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے

وقف لازم — وقف النبی صلعم

ع ٨/١ ٩

اپنی آخری کتاب حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ۵ یہ دعویٰ توحید کو مدلل بیان فرمانے کے بعد نہ ماننے والوں کیلئے تخویف اخروی ہے ۶ یہ عقلی دلیل ہے معبود اور مستعان صرف وہی ہو سکتا ہے جو عالم الغیب ہو ہر چیز کو جانتا ہو اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ ہو اور وہ قادر مطلق ہو اور ہر کام اسکی قدرت کے تحت داخل ہو اس آیت میں پہلی شق بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی چیز اسکے علم محیط سے باہر نہیں اسکے برعکس حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام میں یہ صفت موجود نہیں تھی۔ اسلئے وہ معبود و مستعان نہیں بن سکتے۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ یہ عقلی دلیل کا دوسرا حصہ ہے جسمیں دوسری شق کیطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر مطلق ہے کہ ماں کے پیٹ میں اپنے اختیار سے بچے کی صورتگری کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ محترمہ علیہما السلام تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ انکی صورتیں بھی اللہ ہی نے انکی ماؤں کے رحموں میں بنائی تھیں۔ اسلئے وہ معبود و مستعان نہیں بن سکتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ یہ دلیل عقلی کا نتیجہ ہے۔ نتیجہ کا بیان صراحت سے فرما کر اسطرف اشارہ کیا ہے کہ تقریب تام ہے اور دلیل دعوے کے عین مطابق ہے

رکوع ۱ دعویٰ دلائل کے ذریعہ ۱۲ — ۲ جواب شبہ ۱۲۔

نصاریٰ کے شبہ کا جواب

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عیسائیوں کے دلوں میں توحید و رسالت سے متعلق بعض شبہات تھے جنہیں ایک ایک کر کے اس سورت میں دور کیا گیا ہے۔ انکا پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رُوح اللہ، کلمۃ اللہ ابن اللہ جیسا کہ انجیل میں ہے اور اس قسم کے اور کئی الفاظ وارد ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ایک خاص نسبت ہے جسکی بنا پر وہ اللہ کے نائب ہیں اور اللہ نے انکو غیب دانی اور حاجت روائی کے خصوصی اختیارات دے رکھے ہیں چنانچہ اگلی آیت میں انکے اسی شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔ ۷ اسمیں شک نہیں کہ یہ کتاب تو خدا ہی نے نازل کی ہے جسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے الفاظ موجود ہیں مگر اسکی آیتیں اپنے مفہوم و معنی کے اعتبار سے دو قسم کی ہیں ایک محکم دوم متشابہ۔ محکم تو وہ ہیں جنکا معنی متفق علیہ اور مفہوم معقول اور قابل فہم ہو اور متشابہ وہ ہیں جنکی تاویل مختلف فیہ ہو اور انکا ظاہر فہم سے بالا ہو۔ مثلاً حروف مقطعات اور ید اللہ، روح اللہ اور کلمۃ اللہ وغیرہ المحکمات ھی المتفق علی تاویلھا

۳ یہ بھی یقولون کے تحت داخل ہے ۱۲۔ ۴ یقولون کے تحت ۱۲ — رد تخویف اخروی

والمعقول معناھا والمتشابھات ھی المختلف فی تاویلھا (المعتصر من مختصر مشکل الآثار طحاوی ج ۲ ص ۱۶۴) هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی کتاب کی اصل اور مرکزی حصہ اور احکام کا محور یہی محکمات ہیں احکام انہیں سے ثابت ہونگے نہ کہ متشابہات سے بلکہ متشابہات کا مفہوم محکمات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ ای اصلہ والعمدۃ فیہ یرد الیھا غیرھا (روح ج ۳ ص۸۰) ۸ زیغ سے دل کی کجی، حق سے روگردانی اور ہوائے نفس کی طرف میلان

موضح قرآن ف۔ اس سورت میں نصاریٰ کو سمجھانا منظور ہے۔ کہ حضرت مریم کو خدا کی عورت کہتے اور حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا اور وہ بہکے تھے۔ اس پر کہ اللہ کی مہربانی کے الفاظ انکے حق میں سنے تھے ایسے کہ بندگی سے زیادہ مرتبہ چاہیں اس واسطے اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جنکے معنی صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو انکے معنی عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ ان کے معنی اور آیتوں سے ملا کر سمجھے۔ جو کتاب کی جڑ ہے۔ اس کے موافق سمجھ پاوے تو سمجھے اور جو نہ پاوے تو اللہ پر چھوڑے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے۔

مراد ہے۔ ای میل عن الحق الی الاھواء (ابوالسعود ج ۲ ـ ص ۱۰۶) فتنہ سے مراد شر و فساد ہے یعنی جن لوگوں کے دل حق سے متنفر اور باطل کی طرف مائل ہیں وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جس سے
انکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کریں۔ وہ متشابہات کے اصل مفہوم کی کرید میں لگ جاتے ہیں۔ جب انکا اصل مفہوم حاصل نہیں کر پاتے تو مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرتے
ہیں ف۹ یہ جملہ یتبعون کی ضمیر سے حال ہے یعنی یہ بد باطن لوگ متشابہات کا اصل مفہوم معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ متشابہات کا صحیح علم تو صرف خدا کو ہے انکو اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ انکا علم اللہ تعالیٰ
نے اپنے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف لازم ہے۔ اور اسکے بعد جملہ مستانفہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ متشابہات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں جیسا کہ ابن عباس، عائشہ، ابن عمر، ابن مسعود، ابی بن کعب، عمر بن عبدالعزیز
عروۃ بن الزبیر، امام مالک، ابوعبید، کسائی، فراء اور اخفش وغیرہم سے منقول ہے۔ وعلی ھذا القول لا یعلم المتشابہ الا اللہ وھذا قول ابن عباس وعائشۃ والحسن ومالک بن انس والکسائی والفراء ومن
المعتزلۃ قول ابی علی الجبائی وھو المختار عندنا (کبیر ج ۲ ص ۴۶۱)
ھذا قول ابن عمر وابن عباس وعائشۃ وعروۃ بن الزبیر و
عمر بن عبدالعزیز وغیرہ وھو مذھب الکسائی والاخفش
والفراء وابی عبید وغیرھم ..... وروی ذالک عن
ابن مسعود وابی بن کعب (قرطبی ج ۴ ص ۱۶) یہی حنفیہ کا مسلک ہے
اور یہی راجح ہے۔ وھو الذی ذھب الیہ الحنفیۃ ..... و
رجح الثانی (ای الوقف علی الا اللہ) بانہ مذھب الاکثرین
من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتابعین
واتباعھم خصوصًا اھل السنۃ وھو اصح الروایات عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (روح ج ۳ ص ۸۴) ف۱۰
وہ تو زائغین کا حال تھا اب راسخین کا حال بھی سن لیجئے۔ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں
جو علم دین میں پختہ کار اور فہم سلیم اور ذہن مستقیم کے مالک ہیں وہ متشابہات کے
پیچھے نہیں پڑتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ یہ متشابہات اللہ
کی طرف سے ہیں اور ان سے اللہ کی مراد برحق ہے راسخ فی العلم زیادہ سے زیادہ
یہ کرتے ہیں کہ متشابہات کو محکمات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اگر محکمات
کی روشنی میں انکا کوئی مفہوم انکی سمجھ میں آجائے تو محکمات کی طرح اس پر بھی
عمل کر لیتے ہیں لیکن اگر کوئی مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں اور
صرف ایمان بالمتشابہات پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ظن و تخمین سے انکا کوئی مفہوم
متعین کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ فاھل الحق یردون المتشابہ الی عالمہ
ثم یلتمسون تأویلہ من المحکم الذی ھو ام الکتب فان وجدوہ
فیہ عملوا بہ کما عملوا بالمحکم فان لم یجدوا انفسوھم لم
یتجاوزوا فی ذالک الایمان بہ ولا استعملوا فیہ الظنون
المحرم استعمالھا فی غیرہ فکیف بہ (المعتصر من مختصر مشکل الآثار
للطحاوی ج ۲ ص ۱۶۵) اور لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی چونکہ متشابہات
میں سے ہیں اسلئے انکا صحیح مفہوم خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ ظن و تخمین سے
عیسائیوں نے جو ان الفاظ کا مفہوم سمجھ رکھا ہے اور جسکی بنا پر حضرت عیسے
علیہ السلام کو معبود اور الٰہ ٹھہرا لیا ہے۔ یہ سب انکی کجروی اور کور باطنی کا نتیجہ
ہے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ نصیحت صرف وہی لوگ
حاصل کرتے ہیں جن کی عقلیں سلیم اور جنکے ذہن صاف ہوں۔ اس سے

ف۱ تخویف دنیوی ۱۲

ف۲ تخویف دنیوی کا ایک نمونہ ۱۲

ف۳ نصاریٰ کے علماء کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ ۱۲

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ
ان کو | ان کے مال | اور نہ انکی اولاد | اللہ کے سامنے کچھ ف۱ | اور
اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝١٠ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ
وہی ہیں | ایندھن دوزخ کے ف۱۱ | جیسے دستور | فرعون والوں کا | اور
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ
جو ان سے پہلے تھے ف۱۵ | جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو | پھر پکڑا ان کو
اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١١ قُلْ
اللہ نے ان کے گناہوں پر | اور اللہ کا عذاب سخت ہے ف۱۶ | کہدے
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ
کافروں کو | اب تم مغلوب ہوگے | اور | ہانکے جاؤگے | دوزخ کی طرف
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٢ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ
اور کیا برا ٹھکانا ہے ف۱۷ | ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں | جن میں
الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ
مقابلہ ہوا | ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے | اللہ کی راہ میں | اور دوسری فوج کافروں
يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
کی ہے | دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند | صریح آنکھوں سے ف۱۸ | اور اللہ زور دیتا ہے
بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ
۳ اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ | اسی میں ہے عبرت دیکھنے والوں کو | ف۱
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ
فریفتہ کیا ہے لوگوں کو | مرغوب چیزوں کی محبت نے | جیسے عورتیں | اور | بیٹے
وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
اور خزانے | جمع کئے ہوئے | سونے کے | اور چاندی کے

منزل ۱

راسخین فی العلم کی مدح و ثنا کی طرف اشارہ ہے ف۱۱ یہ راسخین فی العلم کی دعا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم متشابہات پر ایمان لائے اور انکے صحیح علم کو تیرے حوالے کیا اور ظن و تخمین سے ان پر رائے زنی
سے اجتناب کیا اے اللہ ہمیں ہدایت کی اسی راہ پر قائم رکھنا اور ہمارے دلوں کو باطل کی طرف مائل نہ کرنا اور اپنی رحمت سے دستگیری فرمانا۔ ف۱۲ یہ بھی راسخین کی دعا ہی کا حصہ ہے۔ اس میں اعتراف ہے کہ قیامت ضرور
آئے گی اور اللہ تعالیٰ تمام بنی آدم کو حشر میں جمع کرے گا۔ اور سب سے حساب لیگا۔ اللہ کے نیک بندے ہر وقت فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں اور خدا کے سامنے حساب و کتاب کے نظارے سے ہر وقت ترساں اور لرزاں رہتے ہیں۔ ف۱۳
عیسائیوں کو انکے شبہ کا معقول جواب دینے کے بعد دنیوی اور اخروی تخویف سنائی کہ ان معقول اور واضح دلائل کے بعد بھی اگر تم اپنی ضد پر قائم رہوگے اور اللہ کی توحید کی واضح آیات کا انکار کرتے رہوگے تو قوم فرعون کے سے بدانجام

موضح قرآن ف۱ یعنی جنگ بدر میں جسکا قصہ سورہ انفال میں ہے مسلمانوں سے کافر تین برابر تھے۔ پر اللہ دو ہی برابر دکھاتا تھا کہ خوف نہ کھاویں۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس سے چاہیئے کہ سب کافر عبرت پکڑیں۔

کے لئے تیار ہو جاؤ جنہیں دنیا میں عذاب غرق سے ہلاک کیا گیا اور آخرت میں بھی سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور جب اللہ کا عذاب آ پہنچے گا۔ اسوقت مال و دولت اور اولاد و انصار کام نہیں آئینگے ف۱۴ جو لوگ توحید کے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے باوجود آیات الٰہی کا انکار کریں، توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کریں، غیر اللہ کی عبادت کریں اور حاجات و مشکلات میں غیر اللہ کو پکاریں۔ انکی سزا اسکے سوا کیا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہونگے اور ہمیشہ اسمیں رہیں گے ف۱۵ کداب آل فرعون مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای دأبھم کدأب آل فرعون اور دأبٌ کے معنی حال کے ہیں یعنی تکذیب وانکار میں ان کافروں کا حال اور رویہ بالکل وہی ہے جو فرعونیوں اور ان سے پہلے کافروں کا تھا۔ اسیطرح عذاب میں بھی انکا وہی حال ہوگا جو انکا ہوا۔ دأب ھؤلاء الکفرۃ فی تکذیب الحق کدأب من قبلھم من آل فرعون وغیرھم (مدارک ج ۱ ص ۱۱۵) ای حال ھؤلاء فی الکفر و استحقاق العذاب کحال آل فرعون (روح۔ ج ۳ ص ۹۳) ف۱۶ یہ انکے داب اور حال کی تفسیر ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے انہیں ان کے جرائم کی وجہ سے مبتلائے عذاب کر دیا اور ایسے لوگوں کیلئے خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ آیات سے مراد یہاں کتب الٰہی کی آیتیں ہیں یا مراد اللہ کی توحید اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے دلائل ہیں۔ والمراد بالآیات اما المتلو فی کتب اللہ تعالیٰ او العلامات الدالۃ علی توحید اللہ تعالیٰ وصدق الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام (روح۔ ج ۳ ص ۹۔ بحر ج ۲۔ ص ۳۹۰) یحتمل ان یرید الآیات المتلوۃ ویحتمل ان یرید الآیات المنصوبۃ للدلالۃ علی الوحدانیۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۳) ف۱۷ یہ تخویف دنیوی کا ایک نمونہ ہے۔ اس میں کفار کی مغلوبیت اور انکا مستحق عذاب ہونا بیان کیا گیا ہے ف۱۸ یہ ماقبل کا تتمہ ہے اور قل کے تحت داخل ہے اور اسمیں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ اسمیں مسلمانوں کی تعداد کافروں کے مقابلہ میں بہت کم تھی مگر مسلمانوں کے رعب اور انکی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آتے تھے۔ مسلمانوں کا کافروں کو دوگنا نظر آنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بٹھانے کے لئے اسکا اظہار فرمایا۔ اس آیت سے جنگ بدر میں شریک ہونیوالے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انکے متعلق ارشاد فرمایا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ یعنی وہ ایک ایسی جماعت تھی جو محض اللہ کے دین کی خاطر لڑ رہی تھی۔ اللہ کی طرف سے یہ انکے اخلاص اور ایمان کامل کی زبردست شہادت ہے ف۱۹ اللہ تعالیٰ جسکی چاہے ظاہری اسباب کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے جس طرح بدر میں مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں کفار پر غلبہ عطا کیا حالانکہ تعداد اور ظاہری اسباب میں وہ مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ اس واقعہ میں عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے کافی عبرت ہے اسلئے اے یہودیو! تم اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو اور اب بھی موقع ہے تکذیب و انکار سے باز آجاؤ اور اسلام قبول کرلو۔ ف۲۰ یہ عیسائیوں کے علماء اور گدی نشینوں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ ہے وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے مسئلہ توحید کو مان لیا تو یہ ساری شان و شوکت جاتی رہتی ہے اور سونے چاندی کے لبریز خزانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے بہت سے مولوی اور گدی نشین بھی حق بیان نہیں کرتے کیونکہ اسطرح دنیوی ٹھاٹھ اور اندھی آمدنی ہاتھ سے جاتی ہے۔ نیز اس میں ایک شبہ کا جواب بھی ہے۔ شبہ یہ ہے کہ اگر مشرکین مبغوض اور مستحق عذاب ہیں تو انکے پاس اس قدر دولت کیوں ہے۔ تو اسکا جواب دیا کہ یہ دنیا کی دولت چند روزہ اور بالکل حقیر چیز ہے۔ اسکی وجہ سے تمہیں دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ جیسے دوسری جگہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل (آل عمران ع ۲۰) نیز ارشاد ہے۔ واعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد (حدید ع ۳) ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ مذکورہ چیزیں تو دنیوی زندگی کا ایک حقیر سا سامان ہے۔ دائمی راحت اور حسن انجام صرف اللہ کی رضا جوئی میں ہے۔ ومعنی الآیۃ تقلیل الدنیا وتحقیرھا والترغیب فی حسن المرجع الی اللہ تعالیٰ فی الآخرۃ (قرطبی ج ۴ ص ۳۰) ف۲۱ یہ ماقبل ہی کی تقریر و تاکید ہے۔ دنیوی سامان اور فانی منافع بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں اور جنت کے منافع کمیت و کیفیت کے اعتبار سے نیز دوام و بقاء کے اعتبار سے دنیوی سازو سامان سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ انہ تعالیٰ لما عدد نعم الدنیا بین ان منافع الآخرۃ خیر منھا (کبیر ج ۲ ص ۴۲۰) ذالکم کا اشارہ مذکورہ سازو سامان

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ
اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی ف۲۰ یہ فائدہ
مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾
اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا
قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا
کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر ف۲۱ پرہیزگاروں کے لئے
عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ
ہمیشہ رہیں گے ان میں اور عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ اَلَّذِيْنَ
اللہ کی ف۲۲ اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے وہ جو
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ
اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ف۲۳ وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾
اور حکم بجالانے والے ہیں اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں ف۲۴
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا
اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم
الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ف۲۵ کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے زبردست ہے

ف۱ مشرکین کے دولت مند ہونے سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے وہ قلیل بھی ہے اور حقیر بھی ہے ۱۲
ف۲ بشارت ۱۲
ف۳ ذکر مضمون توحید بار دوم ۱۲
ف۴ ثمرۂ دلیل ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱۔ ازینجا خدا تعالیٰ شروع میفرماید در مناظرہ اہل کتابین ورد شبہات ایشان و تعداد تحریفات ایشان و این قصہ ممتد است تا قولہ و اذ غدوت من اہلک ۱۲

کی طرف سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تبشیر بنعم الجنۃ وترغیب فی الآخرۃ بعد التزہید فی الدنیا یعنی دنیوی ساز و سامان سے نفرت دلانے کے بعد یہاں اخروی نعمتوں کی بشارت اور ترغیب دی ہے کذا فی المدارک ج ۱ ص ۱۱۶) ۲۲ للذین اتقوا خبر مقدم ہے اور جنات تجری الخ مع معطوفات مبتدا مؤخر ہے اور یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ کلام مستأنف فیہ دلالۃ علی بیان ما ھو خیر من ذالکم فجنات مبتدأ وللذین اتقوا خبرہ (مدارک ج ۱ ص ۱۱۶) یعنی دنیوی منافع سے جو چیزیں بہتر ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں نہروں اور چشموں والے دائمی اور غیر فانی باغات اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اس سے معلوم ہوگیا کہ خیر سے مراد جنات ہیں وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۝ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھتا ہے کسی بندے کا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا اسلئے ہر شخص کو اسکے ہر عمل کی جزا ملے گی۔ ۲۳ الذین یقولون محل جر میں ہے اور العباد یا الذین اتقوا کی نعت یا اس سے بدل ہے۔ وان یکون فی حیز الجر علی انہ تابع للذین اتقوا نعتا او بدلا (روح ج ۳ ص ۱۰۲) یعنی جن لوگوں کے لئے مذکورہ اخروی نعمتیں ہیں وہ اپنے ایمان اور اعمال پر نازاں و شاداں نہیں رہتے بلکہ ہر وقت

اَلْحَكِيْمُ (۱۸) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا

حکمت والا ۲۶ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری ۲۷ اور مخالف

اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا

الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

آپس کی ضد ف۱ اور حسد سے ۲۸ اور جو کوئی انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۱۹) فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ

جلدی حساب لینے والا ہے پھر بھی اگر تم سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا

وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں ۲۹ اور کہہ دے کتاب والوں کو

وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ

اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی سیدھی ۳۰ اور اگر

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (۲۰) ع

منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ف۱

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ

کو بغیر حق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں

النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

میں سے سو خوشخبری سنا دے انکو عذاب دردناک کی ۳۱ یہی ہیں جن کی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ

محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

النصف

ع ۲ / ۱۰

ف۱ مراد مسئلہ توحید ۱۲

ف۲ ان دلائل توحید کی موجودگی میں صرف ضدی لوگ مخالفت کریں گے ۱۲

ف۳ تخویف اخروی ۱۲

ف۴ تخویف اخروی ۱۲

اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے اور اسکی رحمت کی پناہ ڈھونڈتے رہتے ہیں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت میں نفس ایمان پر طلب مغفرت کو متفرع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس ایمان ہی سے بندہ اللہ کی رحمت و مغفرت اور جہنم سے رستگاری کا مستحق ہو جاتا ہے اور باقی طاعات اس کیلئے موقوف علیہ نہیں ہیں۔ دل ھذا علی ان العبد بمجرد الایمان یستوجب الرحمۃ والمغفرۃ من اللہ تعالیٰ (کبیر ج ۲ ص ۶۲۲، کذا فی الروح۔ ج ۳ ص ۱۰۲، البحر ج ۲ ص ۳۹۹) ۲۴ الصبرین محل جر میں ہے اور مع معطوفات الذین اتقوا ہی کا تابع ہے اَلصّٰبِرِيْنَ مسئلہ توحید بیان کرنے میں ہر تکلیف اور مصیبت میں صبر و استقلال سے کام لینے والے۔ الصّٰدِقِيْنَ ظاہر و باطن میں سچے باتوں میں بھی اور دل کے ارادوں میں بھی۔ الْقٰنِتِيْنَ اللہ کی اطاعت اور عبادت پر ہمیشہ قائم رہنے والے۔ الْمُنْفِقِيْنَ اللہ کی دی ہوئی دولت سے توحید اور دین اسلام کی اشاعت میں خرچ کرنے والے الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ بوقت سحر نماز پڑھنے والے اور مسئلہ توحید کے بیان میں کوتاہی اور دوسرے گناہوں کیلئے اللہ سے بخشش مانگنے والے۔ الکل من المروح

ذکر مضمون توحید بار دوم

۲۵ یہ دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ کی شہادت کتب سابقہ میں اور فرشتوں کی شہادت انبیاء علیہم السلام کے پاس اور علماء ربانیین بھی لکھ گئے ہیں۔ اور قائما بالقسط تینوں سے حال ہے۔ اس میں توحید پر دلیل نقلی کی تین قسموں سے استدلال کیا گیا ہے (۱) دلیل نقلی کتب سابقہ سے (۲) دلیل نقلی فرشتوں سے اور (۳) دلیل نقلی انبیاء علیہم السلام اور علماء ربانیین سے شھد اللہ سے مراد ہے اللہ کی شہادت کتب سابقہ میں اس سے قسم اول کی طرف اشارہ ہے اور شہادت ملائکہ سے قسم دوم اور شہادت اولی العلم سے قسم سوم مراد ہے ۲۶ یہ دلائل ثلثہ کا نتیجہ اور ثمرہ ہے اور یہ دونوں صفتیں ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چونکہ قوت کے اعتبار سے وہ سب پر غالب اور تدبیر و حکمت کے لحاظ سے ہر چیز پر حاوی ہے اسلئے اسے کسی شریک اور معاون کی ضرورت بھی نہیں ۲۷ یہ ماقبل ہی کی تاکید و تائید ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے پہلے انبیاء علیہم السلام کا دین بھی اسلام ہی تھا اور کتب سابقہ میں بھی یہی دین پیش کیا گیا ہر قسم کی عبادت اور اطاعت کو خالصاً اللہ کے لئے کرنے اور صرف اللہ ہی کو عبادت و طاعت کا مستحق سمجھنے کا نام اسلام ہے۔ قال ابن الانباری المسلم معناہ المخلص للہ عبادتہ - - - - - فالاسلام معناہ اخلاص الدین والعقیدۃ للہ تعالیٰ (کبیر ج ۲ ص ۶۲۸) سورۂ انعام ع ۲۰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ ج وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۝ ۲۸ الذین اوتوا الکتاب سے یہود و نصاریٰ کے علماء مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو کتب سابقہ میں دین اسلام اور مسئلہ توحید کو کھول کر بیان کر دیا تھا چنانچہ

موضح قرآن ف۱ ۔ ان پڑھے کہتے تھے عرب کے لوگوں کو کہ ان کے پاس اگلے پیغمبروں کا علم نہ تھا۔

فتح الرحمٰن ۔ ف۱ یعنی حقیقت حال دانستند ۱۲۔

علماء اہل کتاب بھی اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں۔ باقی توحید کے بارے میں انکے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے یا تورات وانجیل میں توحید کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ یہ علماء یہود و نصاریٰ کی ضد اور بغض وحسد کا نتیجہ ہے اور تورات و انجیل میں تحریف بھی انہی کے ہاتھوں کی کارروائی ہے۔ یہاں تک دلیل عقل ونقل اور دلیل وحی سے ثابت کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ اور یہ بات کتب سابقہ میں اللہ کی شہادت سے اور فرشتوں، انبیاء سابقین اور علماء ربانیین کی شہادت سے بھی ثابت ہو چکی ہے اسکے بعد اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ سے مضمون بالا کی تاکید اور تائید فرمائی کہ اللہ کی خالص عبادت اور اسکی خالص پکار والا دین ہی اللہ کے یہاں پسندیدہ ہے اسکے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اس مسئلہ توحید میں اختلاف کیا مسئلہ توحید میں اختلاف کرنیوالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ اس اجماعی اور اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کرنے والے صرف اہل کتاب کے علماء ہی ہیں۔ سب سے پہلے اختلاف ان علماء ہی نے کیا ہے۔ اسکے بعد انکے پیروکار انکے پیچھے لگ گئے۔ چنانچہ سورہ بقرہ ع ٢٦ میں اختلاف کو الذین اوتوا الکتاب (یعنی اہل کتاب کے علماء) میں منحصر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ الآیہ۔ دوم یہ کہ مسئلہ توحید میں انکا اختلاف جہالت ونادانی یا کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ وہ مسئلہ توحید کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور انہیں اس کا پورا پورا علم ہے اسلئے انہوں نے یہ اختلاف جاننے اور سمجھنے کے بعد کیا ہے جیسا کہ آیت زیر تفسیر میں ہے اسمیں اللہ تعالیٰ نے انکے اختلاف کو اس وقت سے مخصوص کیا ہے جب کہ اللہ کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں کے ذریعے توحید کا صحیح علم انکے پاس آچکا تھا۔ سوم یہ کہ مسئلہ توحید میں ان کا اختلاف دیانت اور تحقیق پر مبنی نہ تھا بلکہ محض بغض وحسد اور ضد وعناد کی وجہ سے تھا چنانچہ سورہ شوریٰ (ع ٢) میں ہے وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ۔ یہاں بَغْيًا۔ تَفَرَّقُوْٓا کا مفعول لہٗ ہے اور تفرق واختلاف کی علت بیان کر رہا ہے اور آیت زیر تفسیر میں بھی بَغْيًا اِخْتَلَفَ کی علت بیان کر رہا ہے مطلب یہ کہ اہل کتاب کا تفرق واختلاف محض بغض وحسد کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ توحید کو مذکورہ بالا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے واضح کر دینے کے بعد اب کسی کا انکار مسموع نہیں ہوگا اور ان دلائل قطعیہ کے مقابلہ میں گمراہ مولویوں اور پیروں کے اقوال اور مجوزین کی تحریفات حجت نہیں ہوں گی اور جو لوگ ان کی تقلید کرینگے وہ معذور نہیں ہوں گے جیسا کہ سورۃ شوریٰ (ع ٢) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتہم داحضۃ عند ربہم۔ اسلئے اب اللہ کی توحید اور اسکی آیات کا انکار کرنیوالوں کو حساب وکتاب کے انجام سے خبردار رہنا چاہیئے یہ تخویف اخروی ہے ٢٩ اگر عوام اہل کتاب اپنے گمراہ اور ضدی مولویوں اور پیروں کے شرکیہ اقوال اور عبارتیں پیش کریں تو آپ اسکا صاف صاف جواب دیدیں کہ توحید کے عقلی اور نقلی قطعی دلائل کے مقابلے میں یہ شرکیہ عبارتیں ناقابل تسلیم ہیں اسلئے میں اور میرے تمام متبعین صرف اللہ ہی کو اپنا حاکم اور معبود سمجھتے ہیں۔ صرف اسی کی عبادت کرتے اور صرف اسے ہی پکارتے ہیں ٣٠ ءاسلمتم صورۃً استفہام ہے لیکن معنیً امر ہے۔ ھو استفہام فی معرض التقریر والمقصود منہ الامر (کبیر ج ٢ ص ٦٣١) اور امیین سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اہل کتاب اور مشرکین عرب سے فرمائیں کہ وہ اسلام قبول کریں اور اللہ کی عبادت واطاعت اور دعا وپکار میں کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں اور ضدی لوگوں کی شرکیہ عبارتیں چھوڑ کر مسئلہ توحید کو مان لیں تو وہ بھی آپ اور آپ کے متبعین کی طرح ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ اسلام ہی حق اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ۔ اور اگر وہ اعراض کریں اور اسلام قبول نہ کریں اور ضدی لوگوں کی عبارتیں چھوڑ کر مسئلہ توحید نہ مانیں تو اسمیں آپ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپ کے ذمہ حکم پہنچانا تھا وہ آپ نے کماحقہٗ پہنچا دیا۔ ای لا یضرک شیئا اذ ما علیک الا البلاغ وقد ادیتہ علی اکمل وجہ وابلغہ (روح ج ٣ ص ١٠٩) اور اللہ اپنے بندوں کے حالات بخوبی جانتا ہے اسلئے وہ انہیں انکے اعمال پر پوری پوری جزا دیگا۔ ٣١ یہ منکرین اور توحید کے مبلغین کے قاتلوں کیلئے زجر اور اخروی تخویف ہے الذین یکفرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضد اور عناد کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے اور مسئلہ توحید کو نہیں مانتے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ   اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
ان کا مددگار ٢٣ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ
الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
کتاب کا ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب ان میں حکم کرے پھر منہ
يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
پھیرتے ہیں بعضے ان میں سے تغافل کر کے ٣٣ یہ اس واسطے کہ
قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ
کہتے ہیں وہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے ٣٤ اور بہکے ہیں
فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ   فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ
اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر ف پھر کیا ہوگا حال جب ہم انکو جمع کرینگے
لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
ایک دن کہ اسکے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي
اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی ٣٥ تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے
الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ
جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت
مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي
دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی ٣٦ بیشک تو
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ
ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرے دن
فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ
کو رات میں ٣٧ اور نکالے زندہ مردے سے اور نکالے مردہ

١ زجر ١٢

٢ من گھڑت قصے بے سند باتیں ١٢

٣ ذکر توحید بار سوم در جزء اول سابقہ ١٢

موضح قرآن ف۔ یہ ذکر یہود کا ہے کہ قضیے میں اپنی کتاب پر بھی عمل نہیں کرتے اور گناہ پر دلیر ہیں اس غرے پر کہ اسکے اگلے جھوٹ بنا کر کہہ گئے ہیں کہ ہم ہیں اگر کوئی بہت بڑا گنہگار بھی ہوگا تو سات دن سے زیادہ عذاب نہ پاوے گا

ـــ۳۲ اولئک کا اشارہ مذکورہ صفات شنیعہ (کفر بآیات اللہ، قتل انبیاء علیہم السلام و قتل آمرین بالقسط) کے حاملین کی طرف ہے۔ اور دنیا میں اعمال کے بے نتیجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں وہ ان تمام حقوق سے محروم رہیں جنکا ایک مسلمان مستحق ہوتا ہے مثلاً مال وجان کی حفاظت اور استحقاق مدح وغیرہ اور آخرت میں اعمال کے ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں انکے اعمال بے اثر ثابت ہونگے۔ اور دفع عذاب اور جلب ثواب کا سبب نہیں بن سکیں گے۔ ای اولئک المتصفون بتلک الصفات الشنیعۃ الذین بطلت اعمالھم و سقطت عن حیز الاعتبار وخلت عن الثمرۃ فی الدنیا حیث لم تحقن دماؤھم و اموالھم ولم یستحقوا بھا مدحا وثناء وفی الآخرۃ حیث لم تدفع عنھم العذاب ولم ینالوا بھا الثواب (روح۔ ج ۳ ص ۱۰۹) ـــ۳۳ اس آیت میں اہل کتاب کے غایت تمرد اور انکی انتہائی سرکشی کا شکوہ کیا گیا ہے یعنی اللہ کی کتاب سے اعراض کرکے گمراہ اور ضدی مولویوں کی عبارتوں سے تمسک کرتے ہیں الذین اوتوا نصیبا من الکتب سے اہل کتاب کے عالم مراد ہیں۔ اور کتاب اللہ سے مراد تورات وانجیل ہے وکانوا یدعون الی حکم التوراۃ والانجیل وکانوا یابون (کبیر ج ۲ ص ۶۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دین اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا دین کونسا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں جو شرک وباطل سے بیزار اور توحید کے داعی اور پرستار تھے اس پر وہ کہنے لگے کہ وہ تو یہودی تھے تو آپ نے فرمایا کہ تورات لاؤ اور اسی سے اس کا فیصلہ کر لو مگر وہ اس پر تیار نہ ہوتے اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے (قرطبی ج ۲ ص ۵۰) ـــ۳۴ ذالک کا اشارہ تولی اور اعراض کیطرف ہے جو یتولی کے ضمن میں مذکور ہے یعنی کتاب اللہ کے فیصلے سے اعراض اور روگردانی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف چند دنوں کے لئے عذاب دیا جائے گا۔ اسلئے خدا کی نافرمانی اور کتاب اللہ سے روگردانی کا جرم ان کی نگاہوں میں بالکل معمولی چیز ہے۔ وَغَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ یعنی ان یہودیوں کے ضدی اور معاند مولویوں اور پیروں نے جو من گھڑت باتیں اور اپنی شرکیہ عبارتیں دین کا جزو بنا رکھی تھیں۔ انکی وجہ سے وہ دھوکے اور فریب میں مبتلا تھے کہ چونکہ ہم اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں اسلئے ہمیں ہمارے گناہوں پر معمولی سی گرفت ہوگی۔ ای غرھم افتراؤھم علی اللہ وھو قولھم نحن ابناء اللہ واحباؤہ فلا یعذبنا بذنوبنا الا مدۃ یسیرۃ (مدارک ج ۱ ص ۱۱۸) ـــ۳۵ یہ ان فریب خوردہ یہودیوں کے لئے اخروی تخویف ہے۔ لیوم میں لام بمعنی فی ہے (قرطبی ج ۴ ص ۵۱، روح ج ۳ ص ۱۱۲) یعنی دنیا میں تو وہ کتاب اللہ کی طرف آنے سے انکار کر رہے ہیں اور جھوٹی آرزوؤں سے دل بہلا رہے ہیں۔ مگر اسوقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان سب کو ایک ایسے دن میں جمع کریں گے۔ جس کی آمد میں کوئی شک نہیں اور انکی آرزوؤں کے علی الرغم ہر شخص کو اسکے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائیگی اور اپنے ذاتی اعمال صالحہ کے بغیر بزرگوں سے انتساب کسی کام نہیں آئے گا۔ اور وہاں کسی پر ظلم بھی نہیں ہوگا۔ نہ کسی کے اعمال صالحہ کی جزا میں کمی کی جائے گی اور نہ کسی کے گناہوں کی واجبی سزا میں اضافہ کیا جائیگا اور نہ کسی کو ناکردہ گناہ کی سزا دی جائے گی۔

مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ لَا يَتَّخِذِ

زندہ سے اور تو رزق دے جسکو چاہے بے شمار ف ۔ نہ بناویں

الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر ۳۸

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ

اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اس کو اللہ سے تعلق مگر اس حالت

تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَ

میں کہ کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ ۳۹ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور

اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ٢٨ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۴۰ تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات

اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اس کو اللہ ۴۱ اور اسکو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو

فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ يَوْمَ تَجِدُ

کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن موجود

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ښ وَّمَا عَمِلَتْ

پاوے گا ہر شخص جو کچھ کی ہے اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کی

مِنْ سُوْۗءٍ ڔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ

ہے اس نے برائی ۴۲ آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ع

اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ ۳ بہت مہربان ہے بندوں پر ۴۳

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ

ع ٣ ۱۱ ربع — ۱۲

ف۱ یہاں مقصود بالنداء محذوف ہے یعنی اقضی حاجتی ۱۲

ف۲ تمرد کے بعد مشرکین سے قطع تعلقی کا حکم ۱۲

ف۳ میری طرح پہلے مشرک رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرو ۱۲

ذکر توحید بار سوم

ـــ۳۶ قل اللھم جب دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں تو اب اسکا ثمرہ بیان فرمایا کہ غائبانہ حاجات میں صرف اللہ ہی کو پکارو اور پکارتے وقت یوں کہا کرو اے اللہ ان صفات کے مالک میری فلاں حاجت پوری کر۔ اللھم۔ خلیل اور سیبویہ اور بصرہ کے نحویوں کی رائے میں اصل میں یا اللہُ تھا۔ حرف ندا کو حذف کرکے اسکے عوض میں میم مشددہ مفتوحہ کا آخر میں اضافہ کر دیا گیا۔ مٰلِکَ الْمُلْکِ۔ امام مبرد اور زجاج کے نزدیک یہ اللھم کی صفت ہے اور اسی لئے منصوب ہے کیونکہ منادی مفرد مبنی علی الضم کی صفت جب مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتی ہے وانتصاب مالک علی الوصفیۃ عند المبرد والزجاج (روح ج ۳ ص ۱۱۳، کبیر ج ۲ ص ۶۳۸) اور ملک بضم میم سے کامل قدرت واختیار اور مکمل غلبہ واقتدار مراد ہے تو مالک الملک کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی متصرف اور

موضح قرآن ف ۱۔ یعنی یہود جانتے ہیں کہ جو اول ہم میں بزرگی تھی وہی ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں وہ جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لیوے اور ذلیل کرے اور جاہلوں میں سے کامل پیدا کرے اور کاملوں میں سے جاہل اور جس کو دینا چاہے بے حساب دیوے۔

فتح الرحمٰن۔ ف ۱ مترجم گوید در امر این دعا بشارت است بمغلوب شدن کافران واللہ اعلم ۱۲

ہر قسم کے اختیار واقتدار کا واحد مالک ہے۔ تمام تصرفات اور اختیارات اسی کے قبضہ میں ہیں اور ان میں کوئی اسکا شریک نہیں۔ فمالک الملک ھو الملک الحقیقی المتصرف بما شاء کیف شاء ایجادا و اعداما واحیاء و اماتۃ و تعذیبا و اثابۃ من غیر مشارک ولا ممانع (روح ج ۳ ص ۱۱۳) جب یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک علی الاطلاق ہے تو اس کے بعد کچھ تصرفات کا ذکر کیا۔ جو اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ۔ یہ جملہ مع معطوفات منادی سے حال ہے۔ کیونکہ منادی معنیً مفعول ہوتا ہے۔ یا یہ جملہ مع معطوفات منادی کی صفت ہے اور جملہ (جو اگرچہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے) جب کسی مفرد معرفہ کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے اور معرفہ کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ کما فی الرضی قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہاں ملک سے مراد حکومت وسلطنت ہے مطلب یہ ہے کہ تو جسے چاہتا ہے۔ دنیا کی حکومت دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جیسا کہ آئے دن حکومتوں میں رد وبدل اور انقلاب رونما ہوتا رہتا ہے بِیَدِکَ الْخَیْرُ۔ مبتدا موخر ہے اور اس میں الف لام استغراق کے لئے ہے بیدک خبر مقدم ہے تاکہ حصر اور تخصیص کا فائدہ دے اور ید سے یہاں قدرت اور قبضہ مراد ہے یعنی ہر قسم کی خیر اور بھلائی صرف تیری ہی قدرت اور صرف تیرے ہی قبضہ واختیار میں ہے اور متصرف علی الاطلاق تو ہی ہے تیرے سوا کوئی مالک ومختار، قادر وکارساز، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ تعریف الخیر للتعمیم وتقدیم الخبر للتخصیص ای بقدرتک الخیر کلہ لا بقدرۃ احد من غیرک تتصرف فیہ قبضا وبسطا حسبما تقتضیہ مشیتک (ابو السعود ج ۲ ص ۶۱۴) ۳۷ یہ بھی مع معطوفات منادی سے حال یا اس کی صفت ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے سے دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا مراد ہے۔ مثلاً اگر رات کا کچھ حصہ دن میں داخل ہو جائے جیسا کہ موسم گرما میں ہوتا ہے تو دن بڑا ہو جاتا ہے اور اگر دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جائے تو رات بڑی ہو جاتی ہے یہ حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور حسن وغیرہم سے منقول ہے ای تدخل ما نقص من احدھما فی الآخر الخ (قرطبی ج ۴ ص ۵۵) اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے لیل ونہار کا اختلاف اور رات دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا مراد ہے۔ وتخرج الحی من المیت حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا کرتا ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان اور آزر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ یخرج المومن من الکافر کابراھیم من آزر والکافر من المومن مثل کنعان من نوح علیہ السلام (کبیر ج ۲ ص ۴۶۳، قرطبی ج ۴ ص ۵۶) اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ مردہ سے مراد نطفہ اور انڈا ہے جو جاندار سے نکلتے ہیں اور زندہ سے مراد جاندار ہیں جو نطفہ اور انڈے سے پیدا ہوتے ہیں (کبیر، قرطبی وغیرہ) وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ یہاں تک صفتیں تمام ہوئیں اور مقصود بالنداء محذوف ہے ای اقض حاجتی یعنی ای مالک الملک الخ میری ہر حاجت پوری کر ۳۸ اس آیت میں مسلمانوں کو کافروں سے قطع تعلق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ پہلے بیان فرمایا کہ مالک الملک، معز ومذل اور رزاق مطلق صرف اللہ ہی ہے اس لئے اسی پر بھروسہ رکھو اور ان کافروں کی پرواہ نہ کرو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ جو محض ضد وعناد کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور اسلام قبول نہیں کرتے چنانچہ وفد نجران باوجود بے دلیل ہونے کے شرک پر اڑا رہا اور یہودیوں کو کتاب اللہ (تورات) کے فیصلہ کی طرف بلایا گیا مگر وہ محض ضد کی وجہ سے تورات کا فیصلہ ماننے سے بھی انکاری ہو گئے اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان سے ہر قسم کے دوستانہ تعلقات منقطع کریں۔ ۳۹ یہ مومنوں کے لئے زجر ہے یعنی جو مسلمان ان کافروں سے دوستی رکھے گا۔ خدا کی دوستی کا رشتہ اس سے منقطع ہو جائے گا اور خدا کی جماعت میں اس کا شمار نہیں ہوگا ای فلیس من حزب اللہ ولا من اولیائہ فی شیء (قرطبی ج ۴ ص ۵۷) کافروں سے معاملات اور دلی دوستی تو کسی صورت میں جائز نہیں البتہ اگر ان سے جان کا خطرہ ہو یا اس کے علاوہ کسی بھاری نقصان کا اندیشہ ہو تو ظاہری طور پر میل ملاقات اور خاطر مدارت میں کوئی حرج نہیں ۴۰ اس لئے ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہو ۴۱ یہ تخویف دنیوی ہے یعنی اللہ تمہارے ظاہر وباطن کو جانتا ہے اگر تم خفیہ طور پر ان کافروں سے تعلقات رکھو گے تو بھی اس کے علم میں ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ہی تمہیں اسکی سزا دے دے۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے تمام معلومات اور حقائق پر حاوی اور ہر چیز پر قادر بھی ہے اس لئے وہ کافروں سے تمہاری پوشیدہ دوستی کو جانتا اور اس پر سزا بھی دے سکتا ہے۔ ۴۲ یوم کا عامل تَوَدُّ ہے جو بعد میں آ رہا ہے اور یہ تخویف اخروی ہے۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا وَبَیْنَہٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا۔ قیامت کے دن جب ہر آدمی کے نیک اور برے اعمال اس کے سامنے کر دیئے جائیں گے اور اعمال کا حساب کتاب ہوگا تو ہر آدمی تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کے بداعمال کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا اور وہ ان کو نہ دیکھ پاتا۔ فیکون الضمیر فی بینہ عائد الی ما عملت من سوء (بحر ج ۲ ص ۴۲۷) ۴۳ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عین رحمت اور مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ وہ اس کی نافرمانیوں سے باز رہیں اور اسی کی اطاعت کریں اور اسی میں ان کی دینی اور دنیوی بھلائی ہے ۴۴ یہ فان اللہ لا یحب الکفرین تک تخویف علی سبیل الترقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ کافروں سے دوستی مت کرو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو اپنی محبت کا مرکز بناؤ اور اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اگر پیغمبر کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں شامل ہو جاؤ گے اور کافروں کا انجام سب سے بدتر ہوگا۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یہ امر کا جواب ہے۔ یعنی جب تم میری اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے گا اور تم سے محبت کرے گا۔ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ یہ یُحْبِبْکُمْ پر معطوف ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝ لیکن اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا اور انہیں اپنے انعام واکرام سے نہیں نوازتا۔

ذکر توحید بار چہارم

۴۵ ذریۃ البین سے بدل یا حال واقع ہے۔ نصب علی البدلیۃ من الآلین او الحالیۃ منھما (روح ج ۳ ص ۱۳۲) یہود ونصاریٰ اس شبہ میں گرفتار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو باقی مخلوق سے منتخب کر کے سب سے اونچا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا ہے اور انہیں خاص خاص اختیارات بھی عطا کئے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کارساز اور معبود سمجھ کر پکارنا اور پوجنا شروع کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام باوجود علو مرتبت اور رفعت شان کے انسان اور بشر تھے اور باہم ایک دوسرے کی اولاد اور نسل تھے اور اپنی پیدائش اور بقا میں محتاج تھے۔ اس لئے وہ معبود اور کارساز نہیں ہو سکتے۔ ان نصاریٰ نجران لما غلوا فی عیسی علیہ الصلوۃ والسلام وجعلوہ ابن اللہ سبحانہ واتخذوہ الھا نزلت ردا علیھم واعلاما لھم بانہ من ذریۃ البشر المنتقلین فی الاطوار المستحیلۃ علی اللہ (روح ج ۳ ص ۱۳۰، بحر ج ۲ ص ۴۳۴) وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جن بزرگوں سے متعلق معبود ہونے کا شبہ تھا اسے دو طرح سے رفع کیا گیا۔ اول اس طرح کہ یہ حضرات باہم والد ومولود ہیں۔ دوم۔ یہ حضرات ہر چیز کو جاننے اور سننے والے نہیں ہیں۔ سمیع بکل شیء اور علیم بکل شیء صرف اللہ کی صفت ہے۔ اس لئے وہی معبود برحق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں ۴۶ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت مریم صدیقہ کو بھی معبود مانتے تھے۔ انہیں شبہ اسلئے ہوا کہ بچپن میں بے موسم کے پھل ان کے پاس موجود ہوتے تھے۔ تو اس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو کچھ ما فوق الاسباب اختیار حاصل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو سہی حضرت مریم کتنی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئیں اور کس طرح ان کی پرورش کی گئی بھلا جو اپنی پیدائش اور پرورش میں دوسروں کی محتاج ہو وہ کس طرح معبود بن سکتی ہے۔

جب حضرت مریم کی والدہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے نذر مانی کہ اے اللہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیری عبادت اور تیرے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ لکَ میں لام تعلیل کے لئے ہے واللام من لکَ للتعلیل و المراد لخدمۃ بنیک (روح ۔ج ۳ ص ۱۳۳) ومعنی لک ای لعبادتک (قرطبی ج ۴ ص ۶۶) ان کی شریعت میں اس قسم کی نذر ماننا جائز تھا ۴۷ جب لڑکی پیدا ہوئی تو انہیں افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگیں کہ یہ تو لڑکی ہے اب میں اپنی نذر پوری نہیں کرسکتی اگر لڑکا ہوتا تو اسے تو اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف کردیا جاتا۔ کیونکہ اسرائیلی شریعت میں لڑکی سے یہ خدمت نہیں لی جاسکتی تھی ۴۸ یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ نہیں ہے یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس کے لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اس لڑکی کی جگہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اس لڑکی کے برابر نہ ہوتا کیونکہ جو اسرار و رموز اس لڑکی سے وابستہ ہیں۔ وہ اس کے لڑکا ہونے کی صورت میں مفقود ہوتے۔ وَلیس الذکر الذی طلبت کالانثی التی وھبت لھا واللام فیھما للعھد (مدارک ج ۱

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ

اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱ تو کہہ

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

حکم مانو اللہ کا اور رسول کا ۴۶ پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں

الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ

ہے کافروں سے ف۲ ف۱ بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم

إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا

کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے ف۳ ۳ جو اولاد تھے ایک دوسرے

مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ

کی ۴۵ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت

عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا

نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد

فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا

رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا اور جاننے والا ۴۶ ف۴ پھر جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

اس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنی ۴۷ اور اللہ کو خوب

بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا

معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ۴۸ ف۵ اور میں نے اس کا

مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ

نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسکو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود

الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا

سے ۴۹ ف۲ پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول ۵۰ اور بڑھایا

ل۱ ذکر توحید بار چہارم انبیاء علیہم السلام اللہ کے برگزیدہ ہیں لیکن پکارے جانے کے لائق نہیں ۱۲

ل۲ یہ قید معصودی ہے ۱۲

ل۳ مائی مریم اور انکی والدہ معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

ص ۱۲۰) ۴۹ یہ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ اے اللہ میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا ہے اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے تیری پناہ اور حفاظت میں دیتی ہوں۔ کس قدر خالص توحید کا جذبہ ہے۔ بلاشبہ ہر قسم کے شر سے صرف اللہ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسکے پہلو میں انگلی سے چوکا لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیخ اٹھتا ہے لیکن مریم اور اس کے بیٹے کو اللہ نے شیطان کے چوکے سے محفوظ رکھا (قرطبی ج ۴ ص ۶۸ روح ج ۳ ص ۱۳۴ وغیرہ) ۵۰ اسرائیلی شریعت میں اگرچہ خدمت مسجد کے لئے باشعور اور عاقل لڑکے ہی کی نذر قبول ہوسکتی تھی اور لڑکی کی نذر قبول نہیں ہوتی تھی لیکن حضرت مریم کی والدہ کا اخلاص اور ان کی تضرع و زاری اللہ کو پسند آئی۔ اس لئے اس نے حضرت مریم کی کمسنی ہی میں نذر قبول فرمائی (کبیر ج ۲ ص ۶۵۸، روح ج ۳ ص ۱۳۸) وَ اَنْبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا اور جسمانی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اس بچی کی بہت عمدہ تربیت فرمائی۔ عبارۃ عن حسن النشاۃ و الجودۃ فی خلق و خلق فانشاھا علی الطاعۃ و العبادۃ (بحر ج ۲ ص ۴۴۱) ۵۱ محراب کے معنی حجرے اور خلوت گاہ کے ہیں۔ رزق سے کھانے پینے کی چیزیں مراد ہیں اور رزقا کی تنوین تفخیم کے لئے ہے اور کلما تکرار فعل پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت مریم کے والدان کے بچپن ہی میں وفات پاچکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو اس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے کیا گیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا آپ رشتہ میں حضرت مریم کے خالو بھی تھے اسلئے وہی انکے کفیل ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم کے حجرہ میں آتے انکے پاس بے موسم کے تروتازہ پھل دیکھتے۔ تو امنت الروایات بہ ان زکریا علیہ السلام کان یجد عندھا فاکھۃ الشتاء فی الصیف و فاکھۃ الصیف فی الشتاء (کبیر ج ۲ ص ۶۶۰) ۵۲ حضرت زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے کہ اے مریم یہ تروتازہ پھل کہاں سے آئے ہیں۔ تو وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ نے کسی انسان کے واسطہ کے بغیر مجھے دیئے ہیں میں اپنے اختیار سے کہیں سے نہیں لائی ہوں۔ اس سے عیسائیوں کے اس شبہ کا ازالہ کردیا۔ کہ

موضح قرآن ۔ ف۱ یعنی کوئی کسی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس طرح محبت کرے جسطرح محبوب چاہے نہ جسطرح اپنا جی چاہے اور اسی طرح چاہے تو محبوب اسکو چاہے اور بندوں کو چاہے تو بھی کہ ان پر مہربان ہو اور گناہ پر نہ پکڑے اور خیالات عبث ہیں ف۲ یعنی بندے کی محبت یہی کہ شوق سے اللہ کے کام پر اور حکم پر دوڑے اب آگے سے مذکور ہے کہ اللہ نے حضرت مریم کو اور حضرت عیسیٰ کو محبت کے یا پسند کے لفظ فرمائے ہیں۔ سو محبت اللہ کی بندوں پر تو وہی ہے جو سن چکے اور پسند کے لفظ اکثر مقربوں کو فرمائے ہیں ایسے لفظوں سے شبہ نہ کھانا چاہیئے۔ ف۳ عمران حضرت موسےٰ کے باپ کا نام بھی ہے اور حضرت مریم کے باپ کا نام بھی ہے شاید یہاں یہی منظور ہے ف۴ ۔ اس امت میں دستور تھا کہ بعضے لڑکوں کو ماں باپ اپنے حق سے آزاد کرتے اور اللہ کی نیاز کرتے پھر تمام عمر انکو دنیا کے کام میں نہ لگاتے اور ہمیشہ مسجد میں وہ عبادت کیا کرتے عمران کی عورت کو حمل تھا اس نے آگے سے یہی نذر کر رکھی ف۵ بیچ میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ کو بہتر معلوم ہے اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی۔ باقی اسکا کلام ہے وہ ناامید ہوئی کہ میری نذر پوری نہ پڑی کیونکہ دستور لڑکی کے نیاز کرنے کا نہ تھا ——— فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کہ نصاریٰ با حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در باب عیسے علیہ السلام گفتگو کردند حق سبحانہ و تعالیٰ این آیات نازل ساخت بعد از نزول آیتہا نصاریٰ را بمباہلہ دعوت کرد مذبحہ عاجز شدہ جزیہ قبول نمودند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی دختر خدمت بیت المقدس را نمی شاید ۱۲

حضرت مریم اپنے اختیار سے بے موسم کے پھل حاصل کر لیتی تھیں۔ ۵۳ؔ اللہ کو یہ قدرت اور اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بلا حساب فراخی سے روزی عطا کرے اس میں کسی فرد بشر کو اختیار حاصل نہیں حضرت مریم صدیقہ پیغمبر نہیں تھیں بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھیں۔ اسلئے بلا واسطہ بشر اس عجیب و غریب رزق کا اللہ کی طرف سے انکے پاس آنا انکی کرامت تھی۔ یہ آیت کرامات اولیاء کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ واستدل بالآية جواز الكرامة للاولياء لان مريم لا نبوة لها على المشهور و هذا هو الذى ذهب اليه اهل السنة والشيعة و خالف فى ذالك المعتزلة (روح ج ۳ ص ۱۴۰)

ایک شبہ کا جواب:۔ ۵۴ؔ حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں ایسی عمر میں بچے کے پیدا ہونے سے جس میں عادۃً بچہ پیدا نہیں ہو سکتا عیسائی اس شبہ میں پڑ گئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کچھ تصرف اور اختیار حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کے یہاں بڑھاپے میں بیٹا پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید فرمائی۔ هُنَالِكَ ظرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے یہاں مکان کی طرف اشارہ ہے یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے میوے دیکھے تو وہیں اللہ سے دعا کی اور خیال کیا کہ جو اللہ مریم کو بے موسم کا پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اس بڑھاپے میں فرزند عطا کر سکتا ہے (روح ج ۳ ص ۱۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ انکے تصرف و اختیار میں تو کچھ نہیں تھا۔ بیٹے کے لئے تو وہ اللہ سے دعا کر رہے تھے۔ اسلئے وہ مالک و مختار یا متصرف کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ یہ بھی انکی دعا ہی کا حصہ ہے حرف تاکید اور جملہ اسمیہ لا کر حضرت ذکریا علیہ السلام نے اللہ کے سامنے اعتراف کیا اے اللہ دعائیں قبول کرنے والا اور آرزوئیں بر لانے والا صرف تو ہی ہے تیرے سوا اور کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ بھلا جو اس طرح اللہ سے التجا کرے وہ کس طرح معبود اور کارساز ہو سکتا ہے ۵۵ؔ فا تعقیب کیلئے ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے یعنی جب حضرت ذکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی تو اسکے نتیجہ میں اللہ نے انکی دعا قبول فرمائی اور بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے فرشتے انکے پاس بھیجے۔ چنانچہ جب حضرت ذکریا علیہ السلام اپنے حجرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس وقت فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی ۵۶ؔ مصدقا مع معطوفات یحییٰ سے حال ہے اور کلمہ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ یہی حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور اجلہ مفسرین سے منقول ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کلمہ اسلئے کہا گیا کہ انکی پیدائش اسباب عادیہ کے بغیر محض لفظ کن سے ہوئی۔ والمراد بالكلمة عيسىٰ عليه السلام وهو المروى عن ابن عباس و مجاهد و قتادة وعليه اجلة المفسرين و انما سمى عيسىٰ عليه السلام بذالك لانه وجد بكلمة كن من دون توسط سبب عادى الخ (روح ج ۳ ص ۱۴۷) يعنى عيسىٰ عليه السلام فى قول اكثر المفسرين وسمى عيسىٰ كلمة لانه كان بكلمة الله تعالىٰ التى هى كن فكان من غير اب (قرطبی ج ۴ ص ۷۶) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حیثیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نقیب اور تصدیق کنندہ کی تھی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اس بات کی تصدیق کی جو کتب سابقہ میں لکھی ہوئی تھی کہ میں ایک شخص کو بغیر باپ کے پیدا کروں گا بعض مفسرین نے تصدیق سے ایمان مراد لیا ہے۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اس بات کی تصدیق کی کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ والمراد بهذا التصديق الايمان وهو اول من آمن بعيسىٰ عليه السلام

نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی ذکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس ذکریا

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا ۵۳ؔ ف۱ کہا اے مریم کہاں سے آیا

لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ

تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے ۵۳ؔ اللہ رزق دیتا ہے۔ جس

يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ

کو چاہے بے قیاس ۵۴ؔ ف۱ وہیں دعا کی ذکریا نے اپنے رب سے کہا

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ ۵۴ؔ بیشک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي

دعا کا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ

حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ۵۵ؔ جو گواہی دے گا اللہ کے

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

ایک حکم کی ف۲ اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا صالحین سے ف۲ ۵۶ؔ

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ

کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور

امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

عورت میری بانجھ ہے ۵۷ؔ فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ۵۸ؔ کہا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ۖ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ف۳ کہا نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے

۱ جواب شبہ متعلقہ مائی مریم ۱۲

۲ جواب شبہ متعلقہ حضرت زکریا علیہ السلام ۱۲

موضح قرآن ف۱ انکی ماں نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے اللہ نے یہی نیاز میں قبول کی اسکو مسجد میں لے جا وہ لے گئی۔ مسجد کے بزرگوں نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہیں جب اسکا خواب سنا تب قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت انکی خالہ تھی۔ وہ ہی رکھنے لگی انکے واسطے الگ مسجد میں ایک حجرہ بنایا۔ دن کو یہ وہاں عبادت کرتیں۔ رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ گھر لے جاتے ان سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم میوہ خدا کے یہاں سے آیا تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے نا امید تھے اب امیدوار ہوئے کہ شاید میوہ بے موسم مجھ کو بھی ملے اسی جگہ اولاد کی دعا کی ف۲ گواہی دے گا اللہ کے حکم کی یعنے مسیح کی جو حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ لوگوں کو آگے سے خبر دیتے تھے۔ حضرت عیسےٰ کو اللہ نے خطاب دیا ہی اپنا حکم یعنے محض حکم سے پیدا ہوئے بغیر باپ کے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی میوہ زمستان در تابستان و میوہ تابستان در زمستان ۱۲ ف۲ یعنی عیسےٰ علیہ السلام را باور دارد ۱۲ ف۳ یعنی نشان حمل آں فرزند ۱۲

وصدق انہ کلمۃ اللہ تعالیٰ و روح منہ فی المشھور (روح ج ۳ ص ۱۴۰، کبیر ج ۲ ص ۶۶۴) سید ا سے مراد ہے دین کے معاملات میں راہنما اور پاکبازی میں سب سے فائق اور برتر۔ حصورا جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اور لذات وشہوات اور گناہوں سے کنارہ کش ہو۔ نبیا کے ساتھ من الصالحین کی قید بظاہر زائد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر نبی لازمی طور پر صالح ہوتا ہے لیکن یہ قید صلاح کا اعلیٰ درجہ بیان کرنے کے لئے ذکر کی گئی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو صلاح وتقویٰ کا درجۂ اتم حاصل تھا۔ یہانتک کہ انہوں نے زندگی بھر گناہ کا خیال تک نہیں کیا۔ کذافی الکبیر ج ۲ ص ۶۶۵ ۵۷ انّٰی بمعنی کیف ہے اور وقد بلغنی الکبر اور وامرأتی عاقر دونوں جملے حالیہ ہیں اور لی میں یائے متکلم سے حال ہیں۔ خوشخبری سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو اس پر تعجب ہوا کہ بیٹا پیدا ہونے کے ظاہری اسباب مفقود ہیں۔ میں ہوں تو ننانوے سال کا بوڑھا۔ بیوی ہے تو وہ سرے سے قابل ولادت ہی نہیں۔ اسلئے ان حالات میں ہمارے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ان الفاظ میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں ۵۸ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میری قدرت کاملہ کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح خلاف عادت بلا اسباب عادیہ میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ؕ اب اللہ سے دعا کی کہ کوئی ایسی علامت مقرر کی جائے۔ جس سے معلوم ہوجائے کہ بیوی امید سے ہے تاکہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کا سامان پہلے ہی سے کیا جاسکے اور ظہور عادی تک اس میں تاخیر نہ ہو نیز بطور شکر نعمت پہلے سے زیادہ عبادت کروں ای علامۃ اعلم بہا وقت حمل امرأتی فازید فی العبادۃ شکرا لک (معالم وخازن ج ۱ ص ۲۹۰) لیتلقی تلک النعمۃ بالشکر حین حصولہا ولا یؤخرہ حتی تظہر ظہورا معتادا (روح ج ۳ ص ۱۵۰) ۵۹ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گھر میں حمل کی علامت یہ ہوگی کہ تم متواتر تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکو گے۔ تمہاری زبان بند ہوجائے گی اور تین دن صرف اشاروں ہی سے کام چلاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہ تعالیٰ حبس لسانہ ثلثۃ ایام فلم یقدر ان یکلم الناس الا رمزا (کبیر ج ۲ ص ۶۶۸) ۶۰ زوال آفتاب سے غروب تک کو عشی اور صبح صادق سے چاشت تک کو ابکار کہتے ہیں۔ تسبیح سے بعض مفسرین نے نماز مراد لی ہے اور بعض نے ذکر سے ذکر قلبی اور تسبیح سے ذکر لسانی مراد لیا ہے مطلب یہ کہ ان ایام میں شکر نعمت کے طور پر صبح شام زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

نتیجہ:۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی اللہ سے دعا کی جب بیٹے کی خوشخبری ملی تو اللہ کی قدرت کاملہ پر تعجب کا اظہار کیا یہ چیزیں عجز واحتیاج اور نقصان قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر بیوی کے حاملہ ہونے کی اللہ سے علامت دریافت کرتے ہیں۔ جو نقصان علم کی دلیل ہے۔ اس لئے وہ معبود ومستعان بننے کے لائق نہیں ہیں۔ ۶۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور بچپن میں ہی باتیں بھی کی تھیں اور پھر جب بڑے ہوئے تو ان کے ہاتھوں بڑے عجیب وغریب معجزے ظاہر ہوئے مثلاً مٹی کے پرندے میں جان ڈالنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتیں بتانا۔ تو ان تمام چیزوں سے یہود ونصاریٰ کے دلوں میں مختلف شبہات پیدا ہوئے

سے ۱ یعنی تو دیا ہے لیکن معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

سے ۲ جملہ معترضہ برائے بیان صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

سے ۳ جواب شبہ متعلقہ حضرت مسیح علیہ السلام ۱۲

اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ

تین دن مگر اشارہ سے ۶۰ اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور

الْاِبْكَارِ ۝۴۱ ع وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ

صبح ۶۱ ف اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا

۴
ع
۱۱
۱۲

وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۲ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ

اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر ۶۲ اے مریم بندگی

لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝۴۳ ذٰلِكَ

کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنیوالوں کے ساتھ ۶۳ یہ خبریں

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

غیب کی ہیں۔ ہم جو بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس

اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ

جب ڈالنے لگے اپنے قلم ف۱ کہ کون ۲ پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا

لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝۴۴ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ

ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے ۶۳ ف۲ جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ

اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ

تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ بیٹا

مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۵

مریم کا مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ۶۴ ف۳

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۴۶

اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہوگا اور جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ۶۵

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ

وہ بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے ۶۶ فرمایا

موضح قرآن ف۱ پھر جب حضرت یحییٰ ماں کے پیٹ میں پڑے تو حضرت زکریا کی تین روز یہی حالت رہی کہ آدمی سے کلام نہ کرسکے اسوقت انکی عمر ایک کم سو برس کی تھی اور انکی عورت کی عمر دو کم سو اور انہی دنوں میں حضرت مریم کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ مسجد کے بزرگوں نے جب حضرت مریم کی ماں کا خواب سنا تو سب لگے چاہنے کہ ہم پالیں مریم کو فیصل اس پر ہوا کہ ہر ایک نے اپنا قلم جس سے لکھتے تھے۔ بہتے پانی میں ڈالا سب کے قلم بہاؤ پر بہے اور حضرت زکریا کا قلم الٹا اوپر بہا تب ان ہی کیطرف انکا پالنا ٹھہرا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۳ حضرت عیسیٰ کی بشارت پہلے نبیوں نے دی تھی کہ مسیح پیدا ہوگا جس سے بنی اسرائیل کا عروج ہوگا۔ مسیح کے معنی جسکے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جسکو کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحی میں رہے سو حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور یہود انکو نہیں مانتے۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا وہ آپ کو مسیح کہے گا یہود اس کو مسیح جانیں گے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۴ یعنی ہدایت کی باتیں سکھاوے گا لوگوں کو سو وہ باتیں حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں کہیں یا نبی ہو کر کہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قرعہ می انداختند ۱۲

یہودیوں نے حضرت مریم صدیقہ کے بارے میں زبان طعن درازی کی اور ان پر بدکاری کی تہمت لگائی۔ دوسری طرف عیسائیوں نے افراط سے کام لے کر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو مافوق الاسباب قدرت اور تصرف و اختیار کا مالک قرار دیا اور انہیں حاجات اور مشکلات میں پکارنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے یہ تمام شبہات دور فرمائے۔ پہلے حضرت مریم صدیقہ کی عفت اور پاکدامنی کی شہادت دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش محض قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے ہوئی ہے اور حضرت مریم صدیقہ عفیفہ اور پاکدامن ہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ تمام معجزے محض اللہ کے حکم سے ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان کے ظہور میں انکے تصرف اور اختیار کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسکے ضمن میں حضرت مریم کی الوہیت کی بھی تردید فرمادی۔ اصطفٰك تجھے باقی تمام خدام بیت اللہ پر فوقیت دی اور خصوصی خوبیوں سے ممتاز فرمایا۔ وطہرك اخلاق ذمیمہ، عادات قبیحہ، کفر و معصیت یا حیض و نفاس وغیرہ سے پاک رکھا واصطفٰك علی نساء العلمین یہاں نساء العلمین سے حضرت مریم کے زمانہ کی عورتیں مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اس زمانہ کی عورتوں پر فوقیت اور بزرگی عطا کی اسلئے اس سے ان کا حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہن سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ والتفصیل فی روح المعانی ج ۳ ص ۱۰۵-۱۰۷۔ ٦٢ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم اللہ کی طرف سے اللہ کی عبادت کرنے اور اسکے آگے رکوع اور سجدہ کرنے پر مامور تھیں لہٰذا وہ معبود اور الٰہ نہیں ہو سکتیں ٦٣ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ واقعات جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ یہ سب سینکڑوں برس پہلے کے ہیں۔ ان واقعات میں آپ موجود نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آپ ان کی صحیح صحیح تفصیلات بیان فرما رہے ہیں۔ لہٰذا یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتائی ہیں اور آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ فیہ دلالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیث اخبر عن قصۃ زکریا و مریم ولم یکن قرأ الکتب واخبر عن ذالک وصدقہ اهل الکتاب بذالك (قرطبی ج ۴ ص ۸۵) حضرت مریم کے والد چونکہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو ہیکل سلیمانی کے تمام خدام باہم جھگڑنے لگے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ حضرت مریم کی کفالت اس کے سپرد ہو۔ چنانچہ اس جھگڑے کو قرعہ کے ذریعے طے کیا گیا۔ قرعہ ڈالنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہر مدعی اپنا اپنا قلم لائے ان سب قلموں کو بہتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے۔ جس کا قلم ٹھہرا رہے اور پانی کے ساتھ بہہ نہ جائے اسے کفالت کا حقدار قرار دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس طرح قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام پڑا۔ (قرطبی ج ۴ ص ۸۶) بعض نے لکھا ہے کہ جو حقدار ہو گا اس کا قلم پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت کو حرکت کرے گا کبیر ج ۲ ص ۲۰۶، بہرحال یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ ٦٤ یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو انسانی شکل میں حضرت مریم کے پاس بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا چنانچہ حضرت جبریل نے خوشخبری کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ محض کلمہ "کن" سے پیدا ہو گا اور اس کا نام عیسیٰ اور لقب مسیح ہو گا اور وہ ماں کی طرف منسوب ہو گا کیونکہ وہ باپ کے بغیر ہو گا۔ دنیا اور آخرت میں بڑی شان والا اور خدا کے مقربین میں سے ہو گا۔ ٦٥ یہ بھی فرشتے کا کلام ہے یعنی وہ بچہ شیرخوارگی کے زمانہ میں بھی باتیں کرے گا اور بڑھاپے میں بھی اور صالحین میں سے ہو گا شیرخوارگی کے زمانہ میں باتیں کرنا تو ایک معجزہ تھا۔ اسلئے اس کا ذکر کرنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے مگر بڑھاپے میں باتیں کرنا تو کوئی کمال نہیں پھر اسکے ذکر کی آخر کیا وجہ ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تینتیس برس کی ہوئی اس وقت اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا چنانچہ ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور ان کا کہولت میں باتیں کرنا ابھی باقی ہے کیونکہ کہولت چالیس سال کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ اسلئے وہ آسمان سے اتریں گے اور دوبارہ زمین پر آکر چوبیس سال زندگی بسر کریں گے اور اس طرح کہولت میں باتیں کرنے کا خدائی وعدہ پورا ہو گا۔ وعلی ماذکر فی سن الکہولۃ یراد بتکلیمہ علیہ السلام کہلا تکلیمہ لہم کذالك بعد نزولہ من السماء وبلوغہ ذالك السن بناء علی ماذهب الیہ سعید بن المسیب وزید بن اسلم وغیرهما انہ علیہ السلام رفع الی السماء وھو ابن ثلاث وثلثین سنۃ وانہ سینزل الی الارض ویبقی حیا فیہا اربعا وعشرین سنۃ کما رواہ ابن جریر بسند صحیح (روح ج ۳ ص ۱۶۴، کبیر ج ۲ ص ۲۷۰، قرطبی ج ۴ ص ۹۰) ویکلم الناس فی المهد وکهلا قال (ابن زید) رفعہ اللہ الیہ قبل ان یکون کهلا قال وینزل کهلا ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴) یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کی واضح دلیل ہے۔ نیز یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان پر نص صریح ہے کہ اس سے ان کے تغیر احوال کا پتہ چلتا ہے مثلاً ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، طفل ہونا اور کہل ہونا وغیرہ اور جو ذات اس قدر متغیر اور انقلاب زمانہ سے متاثر ہو وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ المراد منہ بیان کونہ متقلبا فی الاحوال من الصبا الی الکہولۃ والتغیر علی الالہ تعالیٰ محال والمراد منہ الرد علی وفد نجران فی قولہم ان عیسیٰ کان الٰها (کبیر ج ۲ ص ۷۰۶) ٦٦ حضرت مریم چونکہ ابھی کنواری تھیں۔ اور نہایت ہی عفیفہ اور پاکدامن تھیں۔ اسلئے یہ خوشخبری سن کر تعجب اور حیرت سے بولیں کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ میرے بیٹا کس طرح پیدا ہو گا۔ ٦٧ اس پر فرشتے نے کہا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ظاہری اسباب کے بغیر جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے۔ اس کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ تو بس اس کام کے مکمل ہو جانے کے لئے صرف اس کا ارادہ ہی کافی ہوتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ یہ بھی فرشتے کا مقولہ ہے اور یبشرك پر معطوف ہے۔ فرشتے نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ اس ہونے والے بچے کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کا علم دے گا۔ یہاں الکتاب میں الف لام کا عہد کا ہے اور اس سے قرآن مراد ہے۔ اور حکمت سے سنت رسول اللہ یا پختہ باتیں مراد ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت قرآن و سنت کا علم ان کو اللہ کی طرف سے وہبی طور پر عطا ہو گا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ رسولا کا عامل ناصب محذوف ہے ای یجعلہ رسولا (روح ج ۳ ص ۱۶۶) انی میں رسولا عامل ہے۔ یعنی وہ بچہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا اور ان سے کہے گا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس اپنی صداقت کی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ ٦٨ یہ انی قد جئتکم سے بدل ہے اور اذن اللہ سے مراد امر اللہ ہے اور یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل شروع ہوتی ہے ان کا ایک معجزہ تھا کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں دم کر دیتے تو وہ زندہ ہو جاتا۔ باذن اللہ کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مٹی کے بت کا زندہ ہو جانا یہ محض اللہ کے حکم سے تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس میں کوئی تصرف یا اختیار نہیں تھا۔ والمراد بامر اللہ واشار بذالك الی ان احیاءہ من اللہ تعالیٰ ولکن بسبب النفخ ولیس ذالك لخصوصیۃ فی عیسیٰ علیہ السلام الخ (روح ج ۳ ص ۱۶۸) ٦٩ یہ اخلق پر معطوف ہے۔ اکمہ اسے کہتے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہوا ہو اور ابرص کوڑھی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات تھے۔ جب انکے پاس کوئی علاج کے لئے آتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔ تو اللہ شفا عطا کر دیتا۔ اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھی خدا سے دعا مانگتے اور یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور اسکے حکم سے ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کاموں کا اختیار نہیں تھا۔ اسلئے وہ الٰہ اور معبود نہیں تھے۔ وکان یداویہم بالدعاء الی اللہ تعالیٰ بشرط الایمان (روح ج ۳ ص ۱۶۹) ٧٠ یہ بھی ان کا معجزہ تھا۔ وہ لوگوں کو بتادیتے تھے کہ وہ کیا کھا کر آتے ہیں۔ اور کیا گھر بچا کر رکھا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بتانے سے انہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ خود غیب نہیں جانتے تھے۔ ٧١ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکورہ معجزات دکھا کر اپنی قوم سے کہیں گے کہ اگر ایمان لانا چاہو اور میری تصدیق کرنی چاہو تو یہ معجزات میری رسالت و نبوت کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ خارق عادت امور پیغمبر کے سوا کسی جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔ ٧٢ مصدقا کا عطف رسولا پر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ تورات کی تصدیق کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ تورات خدا کی کتاب ہے اور اسکی تعلیمات پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔ تورات کے بعض احکام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے منسوخ بھی کئے گئے مثلاً کئی چیزیں جو تورات میں حرام تھیں حلال کر دی گئیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ مذکورہ دلائل میری نبوت و رسالت پر کافی ہیں۔ اسلئے خدا سے ڈرو۔ میرا انکار نہ کرو اور میری اطاعت کرو ٧٣ اور میرے ان حیرت انگیز اور تعجب خیز معجزات سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا اور مجھے متصرف و مختار اور کارساز نہ سمجھ بیٹھنا میں خدا کا شریک نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ ہوں جو خدا ہے واحد تمہارا پروردگار ہے۔ وہی میرا پروردگار اور کارساز ہے۔ اسلئے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی پکارو اور یہی صراط مستقیم اور سیدھی راہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے رہے۔ ٧٤ یہاں کلام میں اندماج ہے یعنی فلما سے پہلے کچھ عبارت محذوف ہے ای فولد عیسیٰ کما بشرہ وبلغ قومہ الرسالۃ۔ یعنی جس حضرت عیسیٰ علیہ السلام حسب بشارت پیدا ہو چکے اور تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیدیا تو یہودیوں نے ان کے خلاف حسد و بغض

کی وجہ سے سازشیں شروع کردیں۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کے کفروانکار اور عداوت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو اپنی مدد اور نصرت کی دعوت دی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتے کا قول ورسولا
الی بنی اسرائیل تک اور اس کے بعد اندماج ہو اور مذکورہ عبارت اس کے بعد محذوف ہو (کذافی الروح ج ۳ صہ ۱۷۴) اس سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوگئی کہ جو شخص خود عالم اسباب میں
مدد اور نصرت کا طالب ہے وہ کس طرح الٰہ بن سکتا اور دوسروں کی مشکل کشائی اور حاجت برآری کرسکتا ہے **ف۵** حواریین حواری کی جمع ہے یہ لوگ اپنے علاقہ کے سردار تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر نہایت اخلاص
سے ایمان لاچکے تھے وہ بول اٹھے کہ ہم اللہ کے دین کی خاطر آپکی مدد کریں گے۔ آپ اس پر گواہ رہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور دل وجان سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ وقیل کانوا ملوکا ۔۔۔۔ قالہ ابن عون (قرطبی
ج ۴ صہ ۹۸ وکذافی الکبیر ج ۲ صہ ۴۸۶) **ف۶** حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے وعدہ نصرت کے بعد حواریوں نے اللہ سے مناجات شروع کردی اور صدق نیت سے اقرار کرلیا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ تمام احکام پر ایمان لے

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ
کہتا ہے اس کو ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے **ف۷** اور سکھادے گا اس ف۱ کو کتاب اور
الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ ۚ وَرَسُوْلًا
تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور کرے گا اسکو پیغمبر
اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ
بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لیکر
مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ
تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل
الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے **ف۸**
وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى
اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا
اللہ کے حکم سے **ف۹** اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
رکھ کر آؤ اپنے گھروں میں **ف۱۰** اس میں نشانی پوری ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا
تم کو اگر تم ایمان رکھتے ہو ف ۱ **ف۱۱** اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی
بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ
کتاب کو جو توراۃ ہے **ف۱۲** اور اسواسطے کہ حلال کردوں تم کو بعضی

مر ۱ ای دیکھو رسولا ۱۲

آئے ہیں اور اسکے پیغمبر کی اطاعت قبول کرچکے ہیں اسلئے انہیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرمالیا جائے جو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں ای اکتبنا فی جملۃ من شھد لک بالتوحید ولانبیاءک بالتصدیق (کبیر ج ۲ صہ ۴۸۶) اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابی جو مسیحی تھے وہ تو صرف اللہ ہی کو معبود مانتے تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق ان کا صرف یہی نظریہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اتباع ان پر لازم ہے ان کو الٰہ یا ابن اللہ کہنا وغیرہ خرافات تو انکے تصور میں بھی نہ تھیں **ف۷** مکر عربی کا لفظ ہے جس کے معنی گہری اور خفیہ تدبیر سوچنے کے ہیں۔ اور یہ چیز اپنے اصل کے اعتبار سے بری اور معیوب نہیں ہے اسلئے اللہ کی طرف اس کی نسبت بے کھٹکے جائز ہے۔ البتہ خفیہ تدبیر اگر کسی ناجائز کام کے لئے ہوگی تو معیوب و مذموم ہوگی مکروا کا فاعل یہودی ہیں یہ لوگ چونکہ مشرک اور بدعقیدہ تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توحید پرستی اور حق بیانی سے برہم ہو کر ان کے دشمن بن چکے تھے اس لئے انہوں نے ان پر الحاد اور بیدینی کا الزام لگا کر اپنی مذہبی عدالت سے ان کے کافر اور واجب القتل ہونے کا فیصلہ حاصل کرلیا۔
یہودی چونکہ رومیوں کی مشرک اور بت پرست حکومت کے ماتحت تھے اور رومی حکومت کی منظوری کے بغیر کسی کو قتل کی سزا نہیں دے سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر بغاوت کا ایک جھوٹا مقدمہ بھی قائم کردیا اور رومی عدالت سے ان کے قتل کے احکام حاصل کرلئے اس وقت سزائے موت صلیب کے ذریعے دی جاتی تھی۔ اس لئے اب وہ ان کو سولی پر لٹکانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام تدبیریں خاک میں ملادیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو ان سے بچاکر آسمان پر اٹھالیا جب یہودی حضرت کو سولی کے لئے پکڑنے آئے تو جس آدمی کو اندر بھیجا اللہ نے اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کا ہمشکل بنادیا اور ان کو اوپر اٹھالیا۔ چنانچہ یہودیوں نے اسی شخص کو مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکادیا۔ **ف۸** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام الٰہ اور متصرف ومختار ہوتے تو یہودیوں کے مکر سے خود بخود بچ جاتے لیکن اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے محتاج تھے متوفی توفی سے اسم فاعل ہے اور توفی کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر لینے اور وصول

کرلنے کے ہیں۔ المتوفی اخذ الشیٔ وافیا (کبیر ج ۲ صہ ۶۸۹) اور رافعک ماقبل کی تفسیر ہے اور اذ ظرف مکروالمجتعلق ہے یعنی یہودی جب حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خوشخبری سنادی کہ میں تم کو پورا پورا یعنی روح مع الجسد آسمانوں پر اٹھالوں گا۔ اور ان کافروں کے ناپاک منصوبوں سے تم کو بچالوں گا۔ المراد آخذک وافیا بروحک وبدنک فیکون ورافعک الی کالمفسر لما قبلہ (روح ج ۳ صہ ۱۷۹) اللہ تعالیٰ نے رافعک کے ساتھ اس سے پہلے متوفیک کا اضافہ فرمایا ہے۔ حالانکہ رفع الی السماء پر دلالت کرنے کے لئے رافعک الی ہی کافی تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسکی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر صرف رافعک الی پر ہی اکتفا کیا جاتا تو اس سے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روح کا رفع ہوا ہے جسد کا نہیں ہوا۔ اس لئے متوفیک لاکر صراحت فرمادی کہ رفع روح مع الجسد ہوا ہے نہ کہ صرف روح کا۔

موضح القرآن۔ ف۱ حضرت عیسےٰ کو توریت اور ہر کتاب بغیر پڑھے آتی تھی۔ اور یہ سب معجزے ہوتے تھے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ولما علم الله ان من الناس من يخطر ببالہ ان الذی رفعہ الله ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہٖ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۴۸۹)

یہ آیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کی صریح اور واضح دلیل ہے اس کے علاوہ اور کئی آیتوں میں بھی اس کی صراحت ہے اور نزول مسیح کے بارے میں حدیثیں تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں. جیسا کہ امام ابن جریر اور دیگر مفسرین نے کہا ہے. قال ابوجعفر واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ عندنا قول من قال معنی ذالک انی قابضک من الارض ورافعک الی لتواتر الاخبار عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم انہ قال ینزل عیسیٰ بن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض. الخ (ابن جریر ج ۳ صہ ۱۸۴) چنانچہ ایک مرفوع روایت میں ہے جسے حضرت ابوہریرۃ

الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَجِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ
وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی
فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ (٥٠) اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ
سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا
فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (٥١) فَلَمَّآ اَحَسَّ
سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے ف ۱ ف ۳ پھر جب معلوم کیا
عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ
عیسےٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ف ۴
قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ
کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی ہم یقین لائے اللہ پر
وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (٥٢) رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ
اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف ۲ ف ۵ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تونے
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ (٥٣)
اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں ف ۶
وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ (٥٤)
اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے ف ۲ اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف ۳ ف ۸
اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ
جس وقت کہا اللہ نے اے عیسےٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف
وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ
اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے ف ۸ اور رکھوں گا ان کو جو تیرے
اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ
تابع ہیں غالب ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک ف ۹

ع ۵ ۱۳ ۱۳

ف ۱ اس سے پہلے مذاج ہے یعنی القصہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے اور انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی. ۱۲ ارباب

روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے. حضرت عیسےٰ ابن مریم ضرور بالضرور تم میں حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے الخ. الفاظ ملاحظہ ہوں. ان سعید بن المسیب سمع اباھریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ الخ (صحیح بخاری، ج ۱ صہ ۲۹۶، ج ۱ صہ ۳۳۶، ج ۱ صہ ۴۹۰) یہ روایت حدیث کی تمام متداول کتابوں میں موجود ہے. نزول کے بارے میں کتب حدیث میں جتنی بھی روایتیں موجود ہیں ان سب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیت کی صراحت موجود ہے کسی ایک روایت میں بھی مثیل عیسےٰ کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی کسی مرفوع حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین کے کسی اثر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر آیا ہے. بلکہ صحابہ اور تابعین سے حیات مسیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے. حضرت ابن عباس سے جو متوفیک کا معنی ممیتک بخاری میں منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے. کہ اولاً تو یہ روایت منقطع ہے اور اسکے مقابلہ میں حضرت ابن عباس سے جو روایت صحت کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے. چنانچہ علامہ قرطبی رقمطراز ہیں. والصحیح ان الله تعالیٰ رفعہ الی السماء من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس وقالہ الضحاک (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۰) ثانیاً اگر روایت صحیح بھی ہو تو بھی اس کا مفہوم یہ نہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس صورت میں آیت میں تقدیم وتاخیر ہوگی کیونکہ واو مطلق جمع کے لئے آتی ہے ترتیب لازم نہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں زمین پر اتار کر تجھے موت دینے والا ہوں. جیسا کہ حضرت قتادہؒ سے منقول ہے. عن قتادۃ قال ھذا من المقدم والمؤخر ای رافعک الی ومتوفیک (روح ج ۳ صہ ۱۷۹)

لفظ توفی کے معنی تمام اہل لغت کے نزدیک اخذ الشئ وافیا کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ حیات کے مقابلہ میں کہیں استعمال نہیں ہوا

موضح قرآن. ف ۱ حضرت عیسےٰ کے وقت توریت میں سے کئی حکم جو مشکل تھے. موقوف ہوئے باقی وہی توریت کا حکم تھا. ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف ۲ حضرت عیسےٰ کے بارہ یار کا خطاب تھا حواری. حواری اصل کہتے ہیں دھوبی کو. ان میں پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے. حضرت عیسےٰ نے کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں وہ انکے ساتھ ہوتے اسطرح سب کا یہی خطاب ٹھہر گیا. فائدہ اس آیت کے معنی یہ کہ حضرت عیسےٰ اصل رسول تھے واسطے بنی اسرائیل کے. جب معلوم کیا کہ یہ میرا دین قبول نہ کرینگے چاہا کہ اور کوئی میرے دین کو رواج دے حواریوں کے ہاتھ سے غیروں کو دین پہنچا. اب تک بنی اسرائیل انکے دین میں کم ہیں ۱۲ منہ ف ۳ یہود کے عالموں نے اسوقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لادیں جب وہ پہنچے. حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کو آسمان پر اٹھا لیا. اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن. ف ۱ القصہ ایں بشارت درحق عیسےٰ علیہ السلام متحقق شد ویہود رابدین خود دعوت نمودند ۱۲. ف ۲ یعنی با کافراں ۱۲

حیات کے مقابلہ میں لفظ موت آیا ہے مثلاً کنتم اموا تا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (بقرہ ع ۳) الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا (مرسلات ع ۱) بلکہ توفی کے مقابلہ میں ہونا اور رہنا آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے
کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ ع ۶) البتہ اس لفظ کا اطلاق موت پر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی اخذ الشئی وافیا ہوتا ہے تو موت بھی توفی کا ایک فرد ہے ۔
جس طرح بدن کے ساتھ اٹھا لینا بھی اس کا فرد ہے مگر اس آیت میں رفع روح مع الجسد مراد ہے نہ کہ موت۔ مرزائیوں کی طرف سے ایک قاعدہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب توفی سے باب تفعل ہو اور فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی
روح ہو تو وہاں قبض روح کے سوا کوئی معنی نہیں ہوتا یعنی رفع مع الجسد مراد نہیں ہوتا۔ یہ امت مرزائیہ کی طرف سے سراسر فریب اور دھوکہ ہے۔ اول تو اسلئے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے سوا کسی کا رفع روح مع الجسد ثابت
نہیں اسلئے یہ الفاظ کسی دوسرے کے لئے وارد نہیں ہوتے۔ ثانیاً یہ قاعدہ من گھڑت اور جعلی ہے کسی لغت کی کتاب میں اس کا کوئی مذکور نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی جسد ہو اور اس کا

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ
پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم
فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ
جھگڑتے تھے ف سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا
عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ
سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں
مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ان کا مددگار ۸۰ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک
الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ
کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق ۸۱ اور اللہ کو خوش نہیں آتے
الظّٰلِمِیْنَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ
بے انصاف یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور
الذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ○ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ
بیان تحقیقی ۸۲ بیشک عیسے کی مثال اللہ کے نزدیک
كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ
جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا
فَیَكُوْنُ ○ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
وہ ہو گیا ف ۸۳ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک
الْمُمْتَرِیْنَ ○ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا
لانے والوں سے ۸۴ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
کہ آ چکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہدے آؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے

صلہ الی ہو تو وہاں رفع جسد کے سوا کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔ قرآن سے حدیث
اور محاورات عرب سے اسکے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ والتفصیل فی
رسالۃ عقیدۃ الاسلام للسید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۷۹ پہلے تین وعدے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے مخصوص تھے اور یہ وعدہ انکے
متبعین اور ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ ہے الذین اتبعوک
سے مسلمان اور سچے عیسائی مراد ہیں اور الذین کفروا سے مراد یہود
ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کا انکار کیا اور ان کے قتل کے
درپے ہوئے۔ فوقیت او غلبہ سے معنوی اور قوت دلائل کے اعتبار سے غلبہ
مراد ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے یہودی ہمیشہ مغلوب رہے ہیں اگر مادی
اور سیاسی حیثیت سے فوقیت مراد ہو تو اس اعتبار سے بھی یہودی ہمیشہ
ذلیل وخوار اور مقہور ومحکوم ہی رہے ہیں۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ
بَیْنَكُمْ۔ اور جب تم سب میدان حشر میں میرے سامنے حاضر آؤ گے تو
عملی اور حتمی فیصلہ تمہارے اختلافات کا میں خود کروں گا ۸۰ الذین کفروا
سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسے علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے اور انہیں
قتل کرنا چاہتے تھے یا جنہوں نے ان کو معبود بنا لیا تھا۔ آخرت کا عذاب
تو ظاہر ہے اور دنیا کے عذاب سے قید وبند اور قتل کا عذاب مراد ہے۔
چنانچہ دنیا میں بھی ان لوگوں کو عذاب دیا گیا اور آخرت میں بھی دیا جائیگا
وکذالک فعل بمن کفر بالمسیح من الیہود او غلا فیہ او اطراہ من
النصاری عذبہم فی الدنیا بالقتل والسبی واخذ الاموال و ازالۃ
الایدی عن الممالک وفی الدار الآخرۃ عذابہم اشد واشق۔
(ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۷) اور ان کافروں کا کوئی یار ومددگار نہیں ہوگا
جن کو انہوں نے اپنے حاجت روا اور مشکلکشا سمجھ رکھا ہے وہ انہیں
نہ دنیا میں خدا کے عذاب سے بچا سکیں گے اور نہ آخرت میں ۸۱
اور جن لوگوں نے اللہ کے تمام پیغمبروں کو مانا اور ان کے لائے ہوئے پیغام توحید
کو تسلیم کیا اور عیسے علیہ السلام کی طرح اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا اور اعمال صالحہ بجا لا کر ایمان
کے تمام تقاضے پورے کئے تو انہیں انکے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس میں
کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ مطلب مومنین
کے اجر وثواب میں کمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مزدور کو اسکی مزدوری
نہ دینا یا اس میں کمی کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔
اسلئے اس بات کا ادنے احتمال بھی نہیں ہے کہ وہ کسی کے اجر میں کمی کرے گا۔ ۸۲ یہ جملہ معترضہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے ذالک مبتدا ہے اور نتلوہ علیک اسکی خبر ہے من الآیات و
الذکر الحکیم خبر بعد خبر ہے یا نتلوہ میں ضمیر منصوب سے حال ہے اور ذکر حکیم سے مراد قرآن ہے یعنی جو کچھ ہم آپ پر نازل کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی نبوت کے واضح دلائل ہیں اور حکمت سے بھرپور قرآن کی آیتیں ہیں جنکا علم وحی کے بغیر
ناممکن ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ ای الحجج الدالۃ علی صدق نبوتک اذ علمتہم بالا یعلمہ الا قاری کتاب او معلم ولست بواحد منہما فلم یبق الا انک عرفتہ من طریق الوحی (روح ج ۳ ص ۱۸۹)

ۜ تخویف دینوی و اخروی برائے منکرین ۱۲

ۜ بشارت برائے مومنین ۱۲

ۜ جملہ معترضہ برائے صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

موضح قرآن ف ۔ حضرت عیسے کے تابع اول نصارے تھے اب مسلمان ہیں۔ سو ہمیشہ یہود پر غالب رہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے ف نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسے بندہ نہیں اللہ کا
بیٹا ہے آخر کہنے لگے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو بتاؤ کس کا بیٹا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کو تو ماں نہ باپ عیسے کو باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے ۱۲ منہ رح

۸۳ یہ سابقہ شبہ کے جواب کی تکمیل ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام قدرت خداوندی کے سامنے مشکل یا عجیب ہے ان کی پیدائش قدرت خداوندی کا ایک نمونہ ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر قدرت خدا کا نمونہ تھی جس طرح حضرت آدم کی پیدائش محض اللہ کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوئی اسی طرح حضرت عیسےٰ کی پیدائش ہوئی۔ ۸۴ الحق خبر ہے اور اس کا مبتدا ھو محذوف ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی طرح محض ہماری قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور الٰہ نہیں تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ پاکباز عورت تھی یہ سب حق ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اس کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کے نظریات غلط اور باطل ہیں مثلاً نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسےٰ معبود اور کارساز ہیں اور یہودیوں نے حضرت مریم کو زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے خیالات کا ابطال فرمایا قال ابومسلم المراد ان ھذا الذی انزلت علیک ھو الحق من خبر عیسٰی علیہ السلام لا ما قالت النصاریٰ و الیھود فالنصاریٰ قالوا ان مریم ولدت الٰھا والیھود رموا مریم علیھا السلام بالافک (کبیر ج ۲ ص ۶۹) ۸۵ فیہ کی ضمیر حضرت عیسےٰ کی طرف راجع ہے الوہیت مسیح کو دلائل قطعیہ سے باطل کرنے کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت مسیح کے الٰہ (معبود) نہ ہونے اور اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کے قطعی اور یقینی دلائل کے واضح ہوجانے کے بعد بھی اگر وفد نجران الوہیت مسیح کے بارے میں آپ سے اختلاف اور جھگڑا کریں تو اب آپ انہیں مباہلہ کا چیلنج کردیں کیونکہ دلائل سے تو مسئلہ واضح ہوچکا ہے اور ان سے کہیں کہ تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کو لے آؤ اور ہم بھی لے آتے ہیں۔ اور پھر عاجزی اور خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں لیکن وفد نجران کے پادری اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ سچے رسول ہیں اور آپ کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے سے وہ تباہ ہوجائیں گے اسلئے وہ مباہلہ پر آمادہ نہ ہوئے اور آپ سے صلح کرلی۔ یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا شان نزول اور صحیح مفہوم اوپر بیان کیا جاچکا ہے شیعہ حضرات اول تو قرآن مجید کو صحیح مانتے ہی نہیں بلکہ اس میں بیسیوں غلطیاں اور خامیاں نکالتے ہیں اور اگر مانتے ہیں تو خواہ مخواہ قرآن کی آیتوں سے کھینچ تان کر اماموں کی امامت اور حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیت مباہلہ سے بھی شیعوں نے حضرت علی کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی اسوقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انفسنا سے حضرت علی اور ابناءنا سے حضرات حسنین اور نساءنا سے حضرت فاطمہ مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت علی نفس رسول ہیں اور نفس رسول کی موجودگی میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

جواب: یہ شیعوں کی طرف سے ایک سراسر مغالطہ ہے اور اس آیت سے ان کا استدلال از سرتاپا باطل ہے۔ اول اسلئے کہ ان کا استدلال اس آیت سے نہیں بلکہ ایک روایت سے ہے کیونکہ روایت کو ساتھ ملائے بغیر ان کا مطلب آیت سے نہیں نکل سکتا۔ بلکہ آیت میں اس طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں۔ دوم اسلئے کہ انفسنا سے صرف حضرت علی کو مراد لینا یہ مفسرین کی تصریحات کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے خود حضور علیہ السلام کی ذات یا آپ کے ساتھ حضرت علی اور دوسرے مسلمان مراد ہیں، چنانچہ مفسر طبری فرماتے ہیں۔ لانسلم ان المراد بانفسنا الامیر بل المراد نفسہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم (ج ۳ ص ۱۹۲) اور معالم میں ہے عنی نفسہ و علیا رضی اللہ عنہ و العرب تسمی ابن عم الرجل نفسہ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم وقیل ھو علی العموم لجماعۃ اھل الدین۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات چونکہ آپ سے علیحدہ گھر میں رہتے تھے اسلئے مباہلہ میں ان کو شریک کرنے کے لئے آپ نے ان کو اپنے گھر بلایا

۱ خلاصہ بحث اور نتیجہ دلائل سابقہ ۱۲

۲ آخر میں اہل کتاب کو دعوت الی التوحید مع زجر ۱۲

۳ پہلا شکوہ ۱۲

وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ
اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور
اَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى
تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان
الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا
پر جو جھوٹے ہیں ۸۵ ف بیشک یہی ہے بیان سچا ۸۶ اور کسی
مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
کی بندگی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست
ع ۶ / ۱۴
الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ م بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾
حکمت والا ۸۷ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ۸۸
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ م بَيْنَنَا
تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں
وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ
اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا
شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ
کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب سوائے
دُوْنِ اللّٰهِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا
اللہ کے ۸۹ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ ۹۰ اے اہل کتاب کیوں
تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت ف۱ اور توریت

موضح قرآن ف اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ اس قدر سمجھائے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے ساتھ قسم کرو یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی تم میں جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے پھر حضرت آپ اور حضرت فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین اور حضرت علی کو لے کر گئے ان نصاریٰ میں جو دانا تھے انہوں نے مقابلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول رکھا۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی بعضی گفتند یہودی بود و بعضی گفتند نصرانی بود ۱۲

لیکن مباہلہ کی نوبت ہی نہ آئی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کرتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو بھی یقیناً ساتھ لے جاتے اور تمام مسلمانوں کو اپنے اہل وعیال سمیت مباہلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیتے۔ علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں۔ ولو عزم نصاریٰ نجران علی المباھلۃ وجاء وا لھا لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین ان یخرجوا باھالیھم للمباھلۃ (بحر ج ۲ صہ ۴۷۹) اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مباہلہ کے لئے تو حضور علیہ السلام خلفاء ثلاثہ کو بھی مع اہل وعیال ساتھ لے چلے تھے جیسا کہ امام ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ھذہ الایۃ تعالوا ندع ابناء نا الایۃ قال فجاء بابی بکر وولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ (در منثور ج ۲ صہ ۴۰، روح ج ۳ صہ) اسلئے اس آیت سے شیعہ حضرات کا استدلال سراسر باطل ہے اس آیت سے نہ حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مباہلہ میں حضرت علی۔ فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے سوا کوئی اور شریک نہیں ہوا۔ بلکہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو بھی مباہلہ میں شریک ہونے کے لئے مع اولاد بلایا گیا اور اگر مباہلہ ہو جاتا۔ تو تمام مسلمانوں کو مع اہل وعیال مباہلہ میں شریک ہونے کا حکم دیا جاتا۔ ٨٦ ہذا کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ تفصیلات کی طرف ہے ای المذکور فی شان عیسیٰ علیہ السلام قالہ ابن عباس (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمام مذکورہ تفصیلات ہی صحیح اور درست ہیں اور نصاریٰ کا الوہیت اور ابنیت مسیح کا دعویٰ سراسر باطل ہے ان ھذا ھو الحق لا مایدعیہ النصاریٰ من کون المسیح علیہ السلام الٰھا وابن اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولہ الظالمون علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) ٨٧ یہ تمام گذشتہ بحث کا نتیجہ اور ماحصل ہے جب دلائل واضحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محض اللہ کی قدرت کاملہ سے تھا اس سے ان کا الٰہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی طرح ان سے جو خارق عادت امور ظاہر ہوئے وہ ان کے معجزات تھے اور اللہ کے حکم سے انکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان میں انکے اختیار اور تصرف کو کوئی دخل نہیں تھا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے معبود اور الٰہ نہیں تھے۔ اسلئے اللہ کے سوا کوئی بندگی اور پکار کے لائق نہیں اور قدرت وحکمت کے اعتبار سے وہ سب پر فائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ٨٨ اتنی واضح تصریحات کے بعد بھی جو لوگ حق قبول نہ کریں اور توحید سے سرتابی کریں اور شرکیہ عقائد پھیلا کر شر و فساد برپا کرنے میں مصروف رہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے مفسدین کو خوب جانتا ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں وہ ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا۔ ٨٩ توحید سے متعلق نصاریٰ کے تمام شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد تمام اہل کتاب کو توحید کی دعوتِ عام دی ہے۔ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اور کلمہ سے بطور مجاز مرسل کلام مراد ہے یعنی اہل کتاب کو ایک ایسی بات کی دعوت دو۔ جو تمہارے اور ان کے درمیان متفق علیہ ہے اور جس میں تورات، انجیل اور قرآن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ای لا یختلف فیہا التوراۃ والانجیل والقرآن (روح ج ۳ صہ ۱۹۳) الا نعبد مع معطوفات کلمۃ کی تفسیر ہے اور اس سے بدل ہے وقد فسرھا بقولہ تعالیٰ الا نعبد الا اللہ فموضع ان خفض علی البدل من کلمۃ (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۶) یعنی وہ بات جس کی طرف اہل کتاب کو دعوت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب مل کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ بنائیں اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو رب اور مالک ومختار سمجھیں۔

وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ ؕ اَفَلَا

اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم کو

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ ھٰۤاَنْتُمْ ھٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ

عقل نہیں ٩١ ف ١ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں

فِیْمَا لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ

تم کو کچھ خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو

فِیْمَا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ

جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں ٩٢ اور اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ

اور تم نہیں جانتے ف ١ نہ تھا ابراہیم

یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا

یہودی اور نہ نصرانی لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں

مُّسْلِمًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۶۷﴾

سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک ٩٣ ف ٢

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ

لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ

اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ

اس کے تھے اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر ٩٤

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَۃٌ

اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا ف ٢ آرزو ہے بعضے

مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَکُمْ ؕ وَمَا

اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو ٩٥ اور

موضح قرآن۔ ف ١ یہود و نصاریٰ کا ایک جھگڑا یہ تھا کہ ہر کوئی کہتا تھا کہ ابراہیم ہمارے دین پر تھا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف ٢ اللہ صاحب نے فرمایا کہ ابراہیم کو یہودی یا نصرانی اگر اس معنی سے کہتے ہو کہ توریت اور انجیل پر عمل کرتا تھا یہ تو صریح بے عقلی ہے توریت اور انجیل اس سے بعد نازل ہوئی ہیں اور اگر یہ غرض ہے کہ اس وقت بھی اہل ہدایت کا نام یہود تھا یا نصاریٰ تو بھی غلط ہے بلکہ ابراہیم نے اپنے تئیں حنیف کہا ہے یا مسلم۔ حنیف کے معنی جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب راہیں باطل چھوڑ دے اور مسلم کے معنی حکم بردار۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ دینوں میں یہود کے دین کو یا نصاریٰ کے دین کو زیادہ مناسبت ہے ابراہیم کے دین سے سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زیادہ مناسبت ابراہیم سے اس وقت کی امت کو تھی یا پچھلی امتوں میں اس نبی کی امت کو ہے تو یہ امت نام میں بھی اور راہ میں بھی ابراہیم سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے پھر فرمایا کہ اپنی راہ کے حق ہونے پر کسی کی موافقت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے او پر وحی نہ آئی ہو سو یہ اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔ کہ یہ اس کے حکم پر چلتے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف ١ یعنی در مسائل منصوصہ در توریت اختلاف کردید تا بغیر منصوصہ چہ رسد ۱۲ ف ٢ مترجم گوید حنیف آنرا می گویند کہ استقبال کعبہ کند و حج گذارد و ختنہ نماید و از جنابت غسل کند حاصل آنکہ نام کسی بود کہ بشریعت ابراہیمی متدین باشد ۱۲

اور نہ ہی اپنے عالموں اور درویشوں کی خود ساختہ تخیلات اور تجربات کو مانیں۔ ای لانطیع احبارنا فیما احدثوا من التحریم والتحلیل (مدارک ج ۱ ص ۱۲۶) نصاریٰ میں چونکہ یہ تینوں باتیں موجود تھیں اسلئے ان تینوں کا ذکر کیا۔ وہ خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے سوا مسیح کی عبادت بھی کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ فیعبدون غیر اللہ وھو المسیح ویشرکون بہ غیرہ (کبیر ج ۲ ص ۴۰۷) نیز وہ اپنے مولویوں اور پیروں کو حلال و حرام کا مختار سمجھتے تھے اور نذر و نیاز اور سجدوں سے ان کی عبادت بھی کرتے تھے۔ انھم اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ فیدل علیہ وجوہ احدھا انھم کانوا یطیعونھم فی التحلیل والتحریم والثانی انھم کانوا یسجدون لاحبارھم الخ (کبیر ج ۲ ص ۵۰۰) بالکل اسی طرح جس طرح آجکل بدعتی لوگ اپنے مولویوں اور پیروں کی ہر بات پر وحی کی طرح ایمان لاتے ہیں اگرچہ وہ کتاب وسنت کے صریح خلاف ہو۔ ۹۰ لیکن اگر یہود و نصاریٰ اس دعوت توحید کو قبول نہ کریں تو پھر آپ ان سے کہہ دیں کہ اچھا تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں اور اللہ کی خالص توحید کو دل و جان سے ظاہراً و باطناً ماننے والے ہیں۔

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾

گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے ۹۶

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اور تم قائل ہو ۹۷ ف اے اہل کتاب کیوں

تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

ملاتے ہو سچ میں جھوٹ ۲ اور چھپاتے ہو سچی بات

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

جان کر ۹۸ ف ۳ اور کہا بعضے

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ

اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر

اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ

دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ

پھر جاویں ۹۹ اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے

دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ

تمہارے دین پر کہدے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے

اَنْ يُّؤْتٰىٓ اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب

عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

کیوں آگئے تم پر رب کے آگے ۱۰۰ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دیتا ہے

ع ۸/۷ ۱۵

۱ دوسرا شکوہ ۱۲
۲ تیسرا شکوہ ۱۲
۳ جواب از قول یہود ۱۲
۴ یہود کے دوسرے مقولہ کی تردید

پانچ شکوے

۹۱۔ پہلے عقلی اور نقلی دلائل سے توحید کا اثبات فرمایا اور ساتھ ساتھ عیسائیوں کے شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ کیا۔ اب یہاں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر پانچ شکوے بیان فرماتے ہیں۔ پہلا شکوہ: یہود و نصاریٰ آپس میں جھگڑتے تھے اور ہر فریق دعوےٰ کرتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے۔ نیز یہود و نصاریٰ یہ پراپیگنڈا بھی کرتے تھے کہ ہمارا دین سچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں۔ جب مسئلہ توحید دلائل سے واضح ہو گیا اور اہل کتاب کو اس کے نہ ماننے پر مباہلہ کا چیلنج بھی دیدیا گیا تو اب انہوں نے اسلام کے خلاف یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کا دین ابراہیمی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا کہ وہ انکے غلط پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں۔ اللہ تعالےٰ نے دونوں کے دعوے کی تردید کی ہے اور اہل کتاب سے فرمایا کہ جن کتابوں کو تم اپنی مزعومہ یہودیت اور نصرانیت کی بنیاد قرار دیتے ہو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سینکڑوں برس بعد نازل کی گئیں اسلئے یہ نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھے۔ ۹۲ یہاں اہل کتاب کی حماقت کا مزید اظہار فرمایا کہ پہلے تو تم حضرت موسیٰ اور عیسےٰ علیہما السلام کے بارے میں جھگڑتے تھے لیکن خیر ان کے بارے میں تو تمہیں کچھ ناقص سا علم تھا۔ لیکن اب یہ کیا حماقت ہے کہ تم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا حالانکہ تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں تم بالکل بے خبر ہو اور اللہ تعالیٰ کو ان کے دین کا خوب علم ہے اس لئے اب اللہ تعالےٰ کا اس بارے فیصلہ سن لو۔ ۹۳ اللہ تعالےٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو حنیف مسلم تھے اور مشرک بھی نہیں تھے۔ یہاں نفی اس یہودیت اور نصرانیت کی ہے جس کے مدعی یہود و نصاریٰ تھے کیونکہ ان لوگوں نے تورات و انجیل کو محرف اور دین موسےٰ و عیسےٰ علیہما السلام کو مسخ کر کے اسکی اصلی شکل بالکل بگاڑ کر رکھ دی تھی اور شرک و بدعت کو دین کا حصہ بنا ڈالا تھا البتہ اصل دین جو حضرت موسےٰ و عیسےٰ علیہما السلام نے پیش کیا تھا وہ سراسر دین اسلام اور توحید پر مبنی تھا مگر موجودہ یہود و نصاریٰ کو اس اصل دین سے سخت دشمنی تھی جسطرح آجکل کے غلط کار عالموں اور پیروں نے اصل دین کو بگاڑ کر اس میں نئی نئی من گھڑت باتیں داخل کر ڈالی ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت کی نفی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں اور تینوں سے یہود و نصاریٰ کے دعوے کی تردید و تکذیب ہوتی ہے اوّل یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی ادیان باطلہ اور عقائد فاسدہ سے الگ تھے۔ دوم یہ کہ وہ مسلم تھے یعنی خدا کی توحید کے معتقد اور احکام خداوندی کے فرمانبردار تھے۔ سوم یہ کہ وہ مشرک نہیں تھے۔ حنیفا ای مائلا عن العقائد الزائغة مسلما ای منقاد الطاعة الحق او موحدا لان الاسلام یرد بمعنی التوحید ایضا (روح ج ۳ ص ۱۹۵) اور مشرکین سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں کیونکہ وہ حضرت عزیر اور عیسےٰ علیہما السلام کو خدا کے نائب سمجھتے تھے اور انہیں پکارتے تھے۔ کانہ ارادو بالمشرکین الیھود والنصاری لاشراکھم بہ عزیرا والمسیح (مدارک ج ۱ ص ۱۲۷، بحر ج ۲ ص ۴۸۷) وقیل ارادبھم الیھود والنصاری لقول الیھود عزیر ابن اللہ وقول النصاری

موضح قرآن ف یعنی تورات کے قائل ہو پھر اسی کے خلاف کہتے ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ تورات کے بعض حکم تو موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ غرض کے واسطے اور بعضی آیتوں کے معنی پھیر ڈالے تھے اور بعضی چیز چھپا رکھی تھی۔ ہر کسی کو نہ خبر کرتے تھے جیسے بیان پیغمبر آخر الزماں کا منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (٧٣) يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ
جس کو چاہے . اور اللہ بہت گنجائش والا ہے ۱۰۱ خالص کرتا ہے اپنی مہربانی
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ، وَمِنْ
جس پر چاہے . اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۱ اور بعضے
اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے
يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ
ڈھیر مال کا تو ادا کردیں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت
لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ
رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا ۱۰۲
ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ
یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر اُمّی لوگوں کے حق
سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ
لینے میں کچھ گناہ ۱۰۳ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ
يَعْلَمُوْنَ (٧٥) بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى
جانتے ہیں ۱۰۴ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے
فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (٧٦) اِنَّ الَّذِيْنَ
تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے ف۲ ۱۰۵ جو لوگ
يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَـمَنًا
مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا
قَلِيْلًا اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں

المسیح ابن اللہ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا (روح ج ۳ صـ ۱۹٦) بعض نے کہا ہے کہ مشرکین سے مشرکین عرب مراد ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں تو اللہ تعالے نے انکے دعویٰ کی بھی تردید فرمادی کہ تم مشرک ہو ابراہیم مشرک نہیں تھے اسلئے تم کس طرح انکے دین پر ہو سکتے ہو۔ ای عبدۃ الاصنام کالعرب الذین کانوا یدعون انہم علی دینہ (روح ج ۳ صـ ۱۹۵) ۹۴ انکے دعووں کی تکذیب کے بعد فرمایا کہ ابراہیمی ہونے اور ابراہیم سے زیادہ قریب ہونے کا صرف وہی لوگ حق رکھتے ہیں جو انکے دین کے صحیح متبع تھے اسی طرح یہ پیغمبر یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریب ترہیں۔ کیونکہ یہ سب ان کی ملت کے متبع ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار اور ناصر ہے اہل باطل کی ریشہ دوانیوں سے دنیا میں انہیں محفوظ رکھے گا بشرطیکہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں کیونکہ اللہ کی ولایت اور نصرت و امداد وصف ایمان سے متعلق ہے ۹۵ لو مصدریہ ہے اور یہ ودت کا مفعول ہے۔ یہود و نصاریٰ گمراہی میں اسقدر آگے نکل چکے تھے کہ ان میں سے کچھ لوگ تو مسلمانوں کو بھی اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹا کر اپنے دین پر لے آئیں۔ اسی لئے وہ یہ غلط پروپیگنڈا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے ۹٦ لیکن مسلمانوں کو تو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے اسلئے اپنا ہی نامۂ اعمال سیاہ کرکے اپنی ہی عاقبت خراب کررہے ہیں اور انکی نادانی کا یہ عالم ہے کہ اس کا انہیں شعور تک نہیں۔ ۹۷ دوسرا شکوہ امام رازی فرماتے ہیں کہ پہلے اس طائفہ کا ذکر کیا جو جاہل اور نادان تھا۔ اب یہاں ان علماء اہل کتاب کو مخاطب فرمایا جو اللہ کی ان آیات کو جانتے تھے جو توراۃ میں موجود تھیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیات سے توراۃ و انجیل کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام اور توحید ہے۔ لم تکفرون بما فی کتبکم من ان الدین عند اللہ الاسلام وانتم تشاھدون ذالک (روح ج ۳ صـ ۱۹۹) یعنی جب تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھتے ہو کہ توحید حق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا سچا پیغمبر ہے تو پھر دیدہ و دانستہ کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو ۹۸ لبس کے معنی چھپانے اور غلط کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اپنی باطل تاویلوں اور تحریفوں کے ذریعے حق بات (توحید) کو کیوں چھپاتے ہو۔ نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر جو تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اس پر کیوں پردہ ڈالتے ہو۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ۹۹ تیسرا شکوہ۔ طائفہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں۔ اور آمنوا میں ایمان لانے سے مراد بطور نفاق اظہار ایمان ہے اور الذین آمنوا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مراد ہیں۔ وجہ النہار سے دن کا پہلا حصہ اور آخر النہار سے دن کا آخری حصہ یعنی شام مراد ہے۔ یہودی اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت دیکھ کر حسد و بغض سے جل اٹھے تھے اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے اور اسلام کا وقار انکے دلوں میں کم کرنے کے لئے اجتماعی منصوبہ تیار کیا اور اس منصوبے کے کرتے دھرتے یہود کے بڑے بڑے عالم تھے چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور محض زبانی زبانی اسلام

ـــ۱ پچھو نکا شکوہ ۱۲

ـــ۲ یعنی جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ سنز یوں ہے ۱۲

ـــ۳ تخویف اخروی ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی یہود نے آپس میں مشورت کی کہ تم صبح کو جاکر ظاہر میں مسلمان ہو جاؤ اور شام کو پھر جاؤ تو شاید مسلمان بھی پھر جاویں جانیں کہ یہ لوگ منصف تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں آئے تھے پھر کچھ ایسی ہی غلطی پائی کہ پھر گئے اور آپس میں کہا کہ دل سے ہرگز نہ یقین کریو مگر اپنے دین والوں کی بات تا کسی کے دل میں سچ اسلام نہ آجائے سو اللہ تعالے نے ان کا فریب کھول دیا فرمایا کہ توکہہ ہدایت وہی ہے جو اللہ دے تمہارے فریب سے کوئی گمراہ نہ ہوگا مگر تم یہ حسد کرتے ہو کہ آگے نبوت اور بزرگی بنی اسرائیل میں تھی اب اور فرقے میں کیوں ہوئی یا دین کی مددگاری میں ہمارے مقابل اور کوئی کیوں ہوا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہا دیا کسی کا حق نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ یہ اللہ صاحب مسلمانوں کو سناتا ہے کہ جس کی بنت یہ ہے کہ پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنا لیا کہ ہم کو غیر دین والوں کی امانت میں خیانت کرنی روا ہے۔ ان کی بات دین کے مقدمہ میں کیا سند ہوسکے ہمارے ہاں بھی کافر حربی کا مال زور سے لینا روا ہے۔ لیکن امانت میں خیانت روا نہیں۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی مارا بر مال عرب کہ ہم دین ما نیستند مؤاخذہ نخواہد شد۔ ۱۲

قبول کرلیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کر دیا کریں اور اسکے ساتھ یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ دین (عیاذاً باللہ) سچا نہیں اس لئے ہم نے اس کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا ہے نیز وہ کہتے سارا دن اس پیغمبر کے پاس گذارا ہے پیغمبروں اور ولیوں کی بے ادبی کے سوا اس سے اور کچھ نہیں سنا وہ صاف کہتا ہے کہ نبی اور ولی نہ کارساز ہیں نہ حاجت رواء اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اسکے بارے میں مذکورہ بالا ریمارکس دینگے تو مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ دین سچا نہیں۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری اور برگشتگی پیدا ہو جائے گی اور اسلام کی ترقی رک جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ جو غیب و شہادت کا جاننے والا ہے اس نے مسلمانوں پر یہودیوں کا یہ منصوبہ منکشف کرکے اسے ناکام بنا دیا۔ ومعنی الآیۃ ان الیہود قال بعضہم لبعض اظہروا الایمان بمحمد اول النہار ثم اکفروا بہ آخرہ فانکم

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ
اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے
الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ
دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب
اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ
ہے دردناک ف۱ اور ان میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں
بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ
کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں
الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ
کتاب میں ف۲ اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور
مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے
الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ
ہیں جان کر کسی بشر کا کام
لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ
نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت
وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا
اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے
لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ
ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ
بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا
جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے

اذا فعلتم ذالک ظہر لمن یتبعہ ارتیاب فی دینہ فیرجعون عن دینہ الی دینکم ویقولون ان اہل الکتاب اعلم بہ منا (قرطبی ج ۴ ص ۱۱۱) قال الحسن والسدی تواطأ اثنا عشر رجلا من احبار یہود خیبر وقری عرینۃ وقال بعضہم لبعض ادخلوا فی دین محمد اول النہار باللسان دون الاعتقاد واکفروا آخر النہار وقولوا انا نظرنا فی کتبنا وشاورنا علماءنا فوجدنا محمدا لیس بذالک وظہر لنا کذبہ وبطلان دینہ فاذا فعلتم ذالک شک اصحابہ فی دینہم فقالوا انہم اہل الکتاب وہم اعلم بہ فیرجعون عن دینہم الی دینکم (روح ج ۳ ص ۲۰۰) ۱۱۰ یہ بھی ان منصوبہ باز احبار یہود ہی کا قول ہے البتہ قل ان الہدی ہدی اللہ جملہ معترضہ ہے جو قول یہود کا جواب ہے اور ان یوتی جملہ استفہامیہ ہے اور ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ اصل ءَ اَنْ یُّؤْتٰی تھا جیسا کہ ابن کثیر کی قرات میں ہے لیکن یہ استفہام انکاری ہے۔ اور او یحاجوکم، یُؤْتٰی پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے آپس میں طے کیا کہ ظاہری طور پر اسلام کا اظہار تو مسلمانوں کے سامنے کردینا لیکن صدق دل سے اس کو نہ ماننا اور نہ ہی اپنے دین کے متبعین کے علاوہ کسی کی یہ بات ماننا کہ تمہارے دین کی طرح کسی اور کا دین ہے یا تمہاری کتاب کی طرح کسی اور دین والوں کے پاس بھی کوئی سچی کتاب ہے یا یہ کہ کسی دوسرے دین والے خدا کے پاس تم پر قیامت کے دن دلیل اور حجت سے غالب آجائینگے۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ والاولی ان یقال ان قولہ لا تؤمنوا مقولۃ اہل الکتاب وقولہ تعالیٰ قل ان الہدی جملۃ واقعۃ بین کلامہم وان یوتی بحذف ہمزۃ الانکار مقولۃ الیہود ۱۱۱ یہ یہودیوں کے قول کی تردید ہے یہودیوں نے جو یہ فرض کر رکھا تھا۔ کہ رسالت و نبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے اسلئے انکے علاوہ اور کسی قوم میں نہ کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ اللہ کی کوئی کتاب نازل ہوسکتی ہے۔ اصل میں یہودیوں کے مولویوں اور گدی نشینوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا یہ ایک بہانہ تراشا تھا۔ جس کی غرض تو انکو مسئلہ توحید سے تھی کیونکہ اس سے ان کی گدیوں اور آمدنیوں پر زد پڑتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کا ابطال فرمایا کہ فضل و رحمت کے خزانے جن میں رسالت و نبوت بھی شامل ہے۔ سارے کے سارے خدا کے قبضے میں ہیں وہ ان میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اس کی رحمت صرف بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں اسکی رحمت نہایت وسیع اور بے پایاں ہے جسے وہ اپنی رحمت کے کسی عطیہ کا مستحق سمجھتا ہے اسے اس سے نواز دیتا ہے۔ ۱۱۲ چوتھا شکوہ۔ یہودیوں میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ دیانتدار اور امین جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے دوسرے ساتھی جو مسلمان

ف۱ خود ساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے درج کر لیتے ہیں۔ ۱۲

ف۲ ایک شبہ کا جواب شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرما گئے ہیں کہ حاجات میں مجھے پکارا کرو ۱۲

موضح قرآن. ف۱ یہ یہود میں صفت تھی کہ ان سے اللہ نے قرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہو پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھا وے دنیا ملنے کے واسطے اسکا یہی حال ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ یعنی بن پڑھوں کو دغا دیتے ہیں اپنی عبارت بنا کر قرآن کی طرح پڑھنے لگے کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بتکلف از خود چیزی نوشتہ در کتاب خلط ساختہ می خوانند۔ ۱۲

ہو چکے تھے اور جو لوگ یہودیت پر قائم تھے وہ پرلے درجہ کے خائن اور بد دیانت تھے۔ پہلے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر امین ہیں کہ اگر دولت کا ڈھیر بھی انکے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس میں ایک پائی کی خیانت نہیں کرینگے اور پوری امانت واپس کر دینگے لیکن اس کے برعکس دوسرے گروہ کی بد دیانتی اور حُبِّ مال کا یہ عالم ہے کہ اگر صرف ایک دینار ہی انکے حوالے کرو تو وہ اسے بھی ہضم کر جائیں گے۔ اور واپس کرنے کا نام نہیں لیں گے ہاں اگر آپ انکے سر پر چڑھے رہیں تو البتہ واپسی کی امید ہو سکتی ہے ان پر کھڑے رہنے سے بار بار تقاضا کرنا مراد ہے۔ آجکل بھی ایسے متعصب پیر اور گدی نشین موجود ہیں اگر انکو کسی طریقہ سے توحید پرستوں کا مال ہاتھ آجائے تو اسے ہضم کر جائیں اور واپس کرنے کا نام تک نہ لیں۔ ۱۰۳ اُمّیین۔ اُمّی کی جمع ہے اور وہ ام القری کی طرف منسوب ہے۔ ام القری مکہ کا نام ہے اور اُمّیین سے یہاں عرب کے لوگ مراد ہیں۔ اس بد دیانتی خیانت اور بد معاملگی کی وجہ وہ یہ بیان کرتے کہ عرب کے لوگوں کے جو اموال ہمارے ہاتھ لگ جائیں انہیں خرد برد کرنے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ عتاب ہے۔ بلکہ ہمیں اسکا پورا پورا حق ہے ای لیس علینا فیما اصبناہ من اموال العرب عتاب وذم (روح۔ ج ۳ ص ۲۰۲) اور پھر اسکے ساتھ یہودیوں کا یہ دعوی بھی تھا کہ یہ حکم ان کی کتاب تورات میں موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے انکو اس طرح لوگوں کا مال خرد برد کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ پر افترا کیا جسے اللہ تعالیٰ نے آیت کے اگلے حصّے میں بیان فرمایا ہے ۱۰۴ یعنی ان کا یہ دعوی کہ یہ حکم اللہ کی کتاب تورات میں موجود ہے سراسر جھوٹ اور اللہ تعالےٰ پر افترا ہے اور پھر ان ظالموں کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بات تورات میں نہیں ہے۔ مگر اسکے باوجود جان بوجھ کر عمداً قصداً خدا پر افترا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو ناجائز طریقہ سے کسی کا مال کھانا ان پر بھی حرام کیا تھا۔ ای وقد اختلقوا ھذہ المقالۃ وائتفکوھا بھذہ الضلالۃ فان اللہ حرم علیھم اکل الاموال الا بحقھا وانما ھم قوم بھت (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۴) ۱۰۵ کلا بلی ماقبل کی نفی کے لئے ہے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ امیین کے اموال میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں تو اس کا رد فرمایا کہ کیوں نہیں۔ ذمہ داری تو ہر شخص پر عائد ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی سے کوئی عہد کرتا ہے تو اسکی پابندی اس پر لازم ہے لہذا جو شخص اپنے عہد کی پابندی کرے اور خدا سے ڈرے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تم نے سمجھ رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یوں ہے۔ ۱۰۶ تخویف اخروی عہد اللہ سے مراد ایمان واطاعت کا عہد ہے یہ عہد شکنی پر وعید اخروی ہے یعنی جو لوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ کے عہد اطاعت اور آپس کے حلفی معاملات کی پرواہ نہیں کرتے، اللہ سے کئے ہوئے عہد اور بندوں سے طے شدہ معاہدوں کو توڑتے ہیں۔ آخرت میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایفائے عہد اور محافظت یمین پر دنیا کے حقیر مفاد کو ترجیح دی اور ایفاء و محافظت کی صورت میں جو آخرت کا اجر و ثواب ان کیلئے مقدر تھا اس سے محروم ہو گئے ۱۰۷ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے خطاب شفقت و محبت اور اسکی نگاہِ رحمت سے بھی محروم رہیں گے اور اسکے عفو عام سے بھی کوئی حصہ نہیں پائیں گے۔ اسلئے وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہیں ہو سکیں گے اور نار جہنم کا دردناک عذاب پائیں گے۔ ۱۰۸ پانچواں شکوہ۔ ان خائنین اہل کتاب میں ایک جماعت یعنی ان کے علماء کی جماعت) ایسی بھی تھی جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتی تھی اور اپنی گھڑی ہوئی عبارت کو تورات سے ملا کر اسطرح پڑھتی تھی کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ خدا کی کتاب ہی سے پڑھ رہے ہیں۔ من اھل الکتاب الخائنین لجماعۃ یلوون السنتھم بالکتب ای یحرفونہ

كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن

کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے ۱۱۳ اور نہ یہ کہے تم کو کہ

تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم

ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب ۱۱۴ کیا تم کو ا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَإِذْ

کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو ۱۱۵ ف۱ اور جب

أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم

لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ ف۱ جو کچھ میں نے تم کو دیا

مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

کتابیں اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ

کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی

لَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ

مدد کرو گے ۱۱۶ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر

عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ

میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا۔

قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ

فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۱۱۷ ف۲

فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾

پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان ۱۱۸۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ

اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو

ع ۸ ۱۶

سلسلہ توحید کے بعد بحث رسالت کی ابتدا ۱۲

موضح قرآن۔ ف۱ یہود مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تمہارا نبی ہم کو کہتا ہے کہ بندگی کرو اللہ کی ہم تو آگے سے اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ میری بندگی کرو سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نبی کرے اور وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر مسلمانی میں لادے پھر کیونکر انکو یہ بات سکھا دے مگر تم کو یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی اب میری صحبت میں وہی کمال حاصل کرو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ اللہ نے قرار لیا نبیوں کا یعنی نبیوں کے مقدم میں بنی اسرائیل سے قرار لیا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از بنی آدم پیمان گرفت برائے پیغامبران ۱۲

قالہ مجاھد (روح ۔ج ۳ صہ ۲۰۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء اہل کتاب نے خود ساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے اللہ کی کتاب میں درج کر دیئے تاکہ سننے والا سمجھے کہ یہ مسئلہ اللہ کی کتاب کا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ آجکل کے شرک پسند مولوی شرکیہ عقائد کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ قرآن میں لکھا ہے۔ ۱۰۹ علماء یہود و نصاریٰ کبھی تو اپنی بنائی ہوئی عبارتوں کو تورات و انجیل کی آیتوں سے اس طرح خلط ملط کر کے پڑھتے کہ سننے والا سمجھے کہ یہ سب اللہ کی کتاب کی آیتیں ہیں جس کا پہلے ذکر فرمایا اور کبھی اپنی من گھڑت عبارتوں اور خود ساختہ شرکیہ عقیدوں کے متعلق صاف صاف کہہ دیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اسی کو یہاں بیان فرمایا۔ ویقولون مع ماذکر من الِلیّ والتحریف علی طریقۃ التصریح لا بالتوریۃ والتعریض الخ (ابو السعود ج ۲ صہ ۲۱ ، روح ج ۳ صہ ۲۰۵) جیسا کہ آجکل مشرک لوگ قل لا املک لکم ضرا ولا رشدا ایں اور قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب میں بالذات کی قید لگا کر کہتے ہیں کہ یہاں ذاتی اختیار اور ذاتی علم غیب کی نفی ہے ۱۱۰ یہ تحریف اور کذب و افترا کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ وہ عمداً قصداً یہ کارروائی کر رہے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کو بدل دیا تھا اور ان میں اپنی طرف سے بہت کچھ شامل کر دیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی عن ابن عباس ان الآیۃ نزلت فی الیہود والنصاری جمیعا وذالک انہم حرفوا التوراۃ والانجیل والحقوا بکتاب اللّٰہ مالیس منہ (معالم و خازن ج ۱ صہ ۳۱۲)

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ

کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور

اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

اسی کی طرف سب پھر جاویں گے ۱۱۵ ف تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ

اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر ۱۲۰

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ

اور جو ملا موسےٰ کو اور عیسےٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے رب سر ۱

رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ

پروردگار کی طرف سے ۱۲۱ ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو ۱۲۲ اور ہم اسی

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

کے فرماں بردار ہیں اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے

دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا

خراب ہے ۱۲۳ کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو

كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ

کہ کافر ہوگئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول

الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ

سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن ۱۲۴ اور اللہ

سر ۱ یہ جملہ مفعول ہے مطلب یہ کہ ایمان تو تمام پیغمبروں پر لاتے ہیں لیکن تعرف اللہ کے سامنے ۱۲

سر ۲ زجر مع تخویف اخروی ۱۲

سر ۳ پہلے بھی کہتے رہے کہ محمد رسول اللہ کا آنا حق ہے ۱۲

ایک شبہ کا جواب

۱۱۱ نصاریٰ نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام خود انہیں فرما گئے ہیں کہ انکو رب بنا لینا اور انکی عبادت کرنا اور انکو پکارنا جیسا کہ آجکل کے پیر پرست حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحؒ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر حضرت عیسٰے اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے صفائی دی۔ ان نصاری نجران کانوا یقولون ان عیسی امرھم ان یتخذوہ ربا فقال اللّٰہ تعالیٰ ردا علیہم ما کان لبشر الخ (معالم و خازن ج ۱ صہ ۳۱۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کتاب اور نبوت عطا کرے اور اسے علم و فہم سے نوازے تو اس سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تو اسے بھیجے توحید کی دعوت دینے کے لئے اور وہ لگ جائے اپنی عبادت کی دعوت دینے میں یہ ایک ناممکن بات ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کچھ ایسی صفات سے متصف ہوتے ہیں کہ وہ الوہیت اور ربوبیت کا دعوے نہیں کر سکتے۔ ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام موصوفون بصفات لا یحسن مع تلک الصفات ادعاء الالٰھیۃ والربوبیۃ۔ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۲۳) وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی بندگی اور عبادت کی طرف بلائے بلکہ ہر پیغمبر لوگوں سے یہی کہے گا کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ اللہ کے دین کو مانو اور اس پر عمل کرو چنانچہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو یہی تلقین کی تھی۔ ۱۱۳ یہ کونوا سے متعلق ہے با سببیہ اور مَا مصدریہ ہے یعنی تم لگاتار اللہ کی کتاب کے پڑھنے، پڑھانے اور درس و تدریس میں لگے رہتے ہوا سلئے تمہیں تو ہر حال میں باطل و شرکیہ عقائد سے بچنا چاہیئے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرنی چاہیئے۔

۱۱۴ یعنی جس طرح خدا کا کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی پکار اور عبادت کی دعوت نہیں دے سکتا اسی طرح وہ اللہ کے سوا دوسرے پیغمبروں اور فرشتوں کی پکار اور عبادت کی تلقین و تبلیغ بھی نہیں کر سکتا۔ ۱۱۵ استفہام تعجب اور انکار کیلئے ہے یعنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جب تم توحید کا اقرار کر چکے ہو تو کوئی پیغمبر تمہیں کفر اور شرک کرنے کا حکم دے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کو (خواہ وہ پیغمبر ہو یا فرشتہ) خدائی صفات میں شریک ماننا، خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا اور حاجات میں پکارنا کفر ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی طرف شرکیہ عقائد کی نسبت کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع قاعدہ بیان فرمایا جو حسب ذیل ہے یہ تو ناممکن ہے کہ قرآن مجید یا اللہ کی کسی دوسری کتاب میں اللہ کے کسی نیک بندے کی طرف کوئی شرکیہ عبارت منسوب ہو کیونکہ اللہ کی تمام کتابیں مسئلہ توحید بیان کرنے کے لئے نازل ہوئیں اور سب میں مسئلہ توحید کے خلاف کوئی چیز نہیں

موضح قرآن ف یعنی ہر عہد کا جو حکم فرمایا اس کے سوا اور دین قبول نہیں۔

ہاں اگر کوئی عبارت متشابہات میں سے ہو تو اسکا حکم پہلے گذر چکا ہے کہ اسکا مطلب محکمات کی روشنی میں بیان کیا جائے اگر اس طرح بھی اسکا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا علم خدا کے سپرد کیا جائے اور اگر ایسی شرکیہ عبارت قرآن یا آسمانی کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں منسوب کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ جس نیک بندے کی طرف وہ عبارت منسوب کی گئی ہے حقیقت میں وہ نیک ہے ہی نہیں اسلئے وہ عبارت مردود ہے۔ دوم یہ کہ وہ بندہ تو واقعی بزرگ اور نیک ہے۔ اسلئے اب یا تو یہ کہا جائیگا کہ اس شرکیہ عبارت کی نسبت اس نیک بندے کی طرف صحیح نہیں شرک پسند لوگوں نے اس پر افترا کیا ہے لہذا وہ عبارت قابل رد ہے۔ جس طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک شرکیہ قصیدہ منسوب کر دیا گیا ہے جو قطعاً حضرت شیخ کا نہیں ہے اور اگر اس عبارت کی نسبت اس بزرگ کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو اس عبارت میں مناسب تاویل کر کے کتاب و سنت کے مطابق اس کا مطلب بیان کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ عبارت قابل تاویل بھی نہ ہو اور اسکا کوئی صحیح مطلب نہ نکل سکتا ہو تو اس عبارت کو بھی رد کر دیا جائے گا اور سمجھا جائیگا کہ یہ بات اس بزرگ کی زبان سے غلبۂ حال میں صادر ہوئی ہوگی جو احکام شرعیہ میں حجت نہیں۔ یہاں تک توحید کا بیان تھا آگے رسالت کا بیان ہے۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ

راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ۱۲۴ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے

اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی

اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

سب کی ۱۲۶ ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان سے

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے ۱۲۷ مگر جنہوں نے

تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ

توبہ کی اسکے بعد اور نیک کام کئے تو بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

غفور رحیم ہے ۱۲۸ جو لوگ منکر ہوئے مان کر

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ

پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ ۱۲۹ اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا

وہی ہیں گمراہ ف جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ

کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا ف۱ کسی ایسے سے زمین بھر

الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

کر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا ان کو

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ ع

عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار

ع ٩ ۱۱ ۱۷

سلا زجر مع تخویف اخروی ۱۲

حصہ دوم

۱۱۶ حصہ اول میں توحید کو عقلی اور نقلی دلائل سے واضح کیا گیا اور ساتھ ہی توحید سے متعلق اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا گیا۔ اب یہاں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اثبات شروع ہوتا ہے آپ کی صداقت کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان تمام شبہات و اعتراضات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔ جو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرف سے آپکی رسالت پر وارد کئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی پیشگوئی کرنے کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آخر الزمان پیغمبر پر ایمان لائے یعنی اسے اللہ کا سچا نبی مانے اور اپنی امت کو اس کی آمد کی اطلاع دے اور انہیں حکم دے کہ اگر وہ اس کا زمانہ پائیں تو اس پر ایمان لائیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نبوت ملنے کے ساتھ ساتھ لیا گیا۔ یہ عہد و میثاق آپ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کے سامنے پہلے اسے ہی پیش فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں سے لیا گیا۔ سوائے اہل کتاب تورات و انجیل میں تمہارے پیغمبروں سے بھی یہ عہد لیا جا چکا ہے اور تورات و انجیل پر ایمان لانے کا دعویٰ کر کے تم بھی اس پیغمبر پر ایمان لانے کا عہد کر چکے ہو وہ معہود پیغمبر اب آ چکا ہے۔ لہذا اس پر ایمان لاؤ اور ہر طریقہ سے اس کی نصرت اور مدد کرو۔ ۱۱۷ اِصْرٌ کے لغوی معنی بوجھ کے ہیں اور مراد اس سے عہد ہے۔ اقررتم سے انبیاء علیہم السلام کا اپنا اقرار مراد ہے اور اخذتم علی ذالکم اصری سے امتوں سے عہد لینا مراد ہے۔ معناہ ھل اخذتم علی ذالکم اصری علی الامم والاصر بکسر الھمزۃ العھد (روح ج ۳ ص ۲۱۲) تمام انبیاء علیہم السلام سے اللہ نے پختہ عہد و اقرار لیا اور آخر میں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے اقرار و شہادت پر گواہ ہوں۔ فلیشھد بعضکم علی بعض بالاقرار و انا علی اقرارکم واشھاد بعضکم بعضا من الشاھدین (کبیر ج ۲ ص ۳۱۷) ۱۱۸ مذکورہ عہد چونکہ انبیاء علیہم السلام کی تبعیت میں ان کی اُمتوں سے بھی لیا گیا تھا۔ اسلئے یہاں اعراض کرنے والوں اور عہد توڑنے والوں سے امتیں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ عہد شکنی کبیرہ گناہ ہے۔ جس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ہے۔
۱۱۹ دین اللہ سے یہاں دین اسلام مراد ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام سے جس آخری پیغمبر علیہ السلام کے متعلق عہد لیا گیا تھا۔ اب وہ آ چکا اور اس نے بھی اللہ کا وہی دین پیش کیا ہے جو ان سے پہلے تمام انبیاء نے پیش کیا تھا تو معلوم ہوا کہ دین اسلام تمام انبیاء سابقین کا متفق علیہ دین ہے ان کے علاوہ زمین و آسمان کی ساری مخلوقات خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار اور خواہ وہ ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل سب کا دین اسلام ہے۔ جب تمام انبیاء علیہم

موضح قرآن۔ ف یعنی یہود پہلے اقرار کرتے تھے کہ یہ نبی تحقیق ہے جب ان سے مقابلہ ہوا تو منکر ہوگئے اور بڑھتے گئے انکار میں یعنی لڑائی کو مستعد ہوئے انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی یعنی انکو توبہ کرنا نصیب ہی نہ ہوگا کہ قبول ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمٰن ف۱ : یعنی اصرار کردند تا وقت غرغرہ ۱۲

الصلاۃ تمام فرشتے ۔ اور تمام مومنین جن والنس اپنے ارادہ اور اختیار سے دین اسلام کے پابند ہیں اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود و مستعان سمجھتے ہیں اور اسے ہی دن رات پکارتے ہیں اور اسی طرح زمین و آسمان کی باقی تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوق بھی اللہ کے تکوینی قوانین کی مطیع و فرمانبردار ہے ۔ تو پھر یہ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر باطل دین کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں اور اللہ کے سوا غیروں کو کیوں پکارتے ہیں ۔ جب انجام کار سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے ۔ تو چاہیئے کہ اللہ کے دین کی پیروی کر کے اس وقت کے لئے کچھ سامان کیا جائے ۔ ۱۲۰ پہلے بیان فرمایا کہ وہ معہود پیغمبر اپنے سے پہلے تمام پیغمبروں کی تصدیق کرے گا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کو اس تصدیق کے اعلان و اظہار کا حکم دیا گیا یعنی اعلان کر دو کہ اللہ نے جو احکام ہم پر نازل فرمائے ۔ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور پہلے انبیاء پر جو کچھ اترا ہم اسے بھی برحق مانتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کا مشن ایک تھا اور سب کو دین توحید ہی دے کر بھیجا گیا ۔ ۱۲۱ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اگرچہ اسباط میں شامل تھے مگر خطاب چونکہ یہود و نصاریٰ سے ہے اسلئے ان کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ۱۲۲ یہاں تفریق سے تکذیب و تصدیق میں تفریق مراد ہے یعنی یہ کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے ۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا دونوں گروہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی انکار کیا ۔ باقی رہی رتبے اور فضیلت کے اعتبار سے تفریق تو وہ جائز بلکہ نفس الامر میں واقع ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔ ای بالتصدیق و التکذیب کما فعل الیھود والنصاریٰ و التفریق بغیر ذالک بالتفضیل جائز (روح ج ۳ ص ۲۱۵) وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۔ یہ جملہ مقصودی ہے اور ظرف کی تقدیم افادۂ حصر کیلئے ہے اور مسلمون کے معنی ہیں خالص اللہ کی عبادت کرنے والے اور شرک نہ کرنے والے ای مخلصون لہ فی العبادۃ (روح ج ۳ ص ۲۱۵) موحدون مخلصون انفسنا لہ لانجعل لہ شریکا فی عبادتنا (مدارک ج ۱ ص ۱۳۱ ، خازن ج ۱ ص ۳۱۵ ، ابوالسعود ج ۲ ص ۳۶) ونحن لہ منقادون بالطاعۃ متذللون بالعبودیۃ مقرون لہ بالالوھیۃ والربوبیۃ وانہ لا الہ غیرہ (ابن جریر ج ۳ ص ۲۲۳) حاصل یہ کہ ایمان تو ہمارا تمام انبیاء علیہم السلام پہ ہے اور ہم سب کو برحق سمجھتے ہیں مگر معبود صرف خدا کو سمجھتے ہیں ۔ اسی کی عبادت کرتے ۔ اسی کے آگے جھکتے ، اسی سے مانگتے اور حاجات و مشکلات میں اسی کو اور صرف اسی کو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ان انبیاء اور برگزیدہ بندوں کو اس کا شریک نہیں مانتے ۔ نہ علم میں نہ قدرت میں ، نہ سمع میں نہ بصر میں اور نہ اس کی دوسری صفات میں ۔ تعالیٰ شانہٗ ۔ ۱۲۳ دین اسلام کی حقانیت اور اسکے پسندیدۂ حق ہونے کا اعلان کرنے کے بعد اسلام سے اعراض کرنے والوں کو تخویف اخروی کے ساتھ زجر فرمایا کہ جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے اور توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرے تو وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوگا اور اسکے تمام اعمال رائیگاں ہونگے اور وہ آخرت میں ان اعمال سے محروم ہو کر دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا یہی خسران آخرت کا مفہوم ہے ۔ والخسران فی الآخرۃ ھو حرمان الثواب وحصول العقاب (روح ج ۳ ص ۲۱۶) ۱۲۴ یہاں قوم سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تو ان کا آپ پر ایمان تھا اور وہ آپ کے بارے میں تورات کی بیان کردہ صفتیں اور پیشگوئیاں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ۔ کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (بقرہ ع) انہوں نے اس بات کا کئی بار اقرار کیا اور اسکی شہادت دی اس کے علاوہ پیغمبر کی صداقت کے عقلی و نقلی دلائل بھی ان کے سامنے آگئے ۔ ان تمام باتوں کے باوجود جب انہوں نے جان بوجھ کر عمداً قصداً انکار کیا اور باختیار خود کفر کو ترجیح دی تو بھلا اب ان کے ایمان لانے اور راہ راست پر آنے کی بھی کوئی توقع ہو سکتی ہے کیونکہ جب یہود و نصاریٰ نے دیکھا کہ جس پیغمبر کی پیشگوئی تورات و انجیل میں موجود ہے اور جس کے متعلق انہیں توقع تھی کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا ۔ وہ تو عرب کے قبیلہ بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو گیا ہے تو بغض و حسد کیوجہ سے انکار کر دیا ۱۲۵ جو لوگ اپنی جانوں پر اس طرح ظلم کریں کہ اللہ کی دی ہوئی عقل سے ذرا کام نہ لیں اور محض ضد و عناد اور بغض و حسد کی بنا پر حق سے آنکھیں بند کرلیں اور اسے قبول کرنیکے بجائے اسکا انکار کردیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ سزا دیتا ہے کہ انکے دلوں پر مہر جباریت لگا کر ان سے توفیق ہدایت ہی سلب کر لیتا ہے اور وہ کبھی راہ اسلام پر نہیں آسکتے ۔ الظلمین الذین ظلموا انفسھم بالاخلال بالنظر (روح ج ۳ ص ۲۱۶) ای ماوا موا مختارین الکفر (مدارک ج ۱ ص ۱۳۱) ۱۲۶ یہ تخویف اخروی ہے ۔ اولئک سے مذکورہ بالا صفات شنیعہ کے حاملین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد و حسد کی وجہ سے کفر و انکار کرتے ہیں ۔ ان پر اللہ کی لعنت ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے ۔ اللہ کی لعنت تو یہ ہے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور اور جنت سے محروم اور عذاب میں مبتلا کر دے ۔ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت سے مراد یہ ہے کہ وہ زبان سے ان پر لعنت بھیجتے ہیں ۔ لعنتہ بالابعاد من الجنۃ و انزال العقوبۃ و العذاب واللعنۃ من الملائکۃ ھی بالقول وکذالک من الناس الخ (کبیر ج ۲ ص ۳۸) اور الناس سے مراد تمام انسان ہیں خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر کیونکہ کافر بھی ہر جھوٹے اور باطل پرست پر لعنت بھیجتے ہیں ۔ اگرچہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود بھی جھوٹے اور باطل پرست ہیں ۔ ۱۲۷ فیھا میں ضمیر لعنت کی طرف راجع ہے ۔ اور مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں لگاتار ان پر لعنت کا نزول ہوتا رہے گا ۔ اور آخرت میں ان کے عذاب میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی ۔ ۱۲۸ یہ ماقبل سے استثناء ہے یعنی جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور کفر و ارتداد کے بعد پھر توبہ کرلی اور آئندہ کے لئے اپنا رویہ درست کرلیا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور ان کے گذشتہ گناہ معاف کر کے انہیں مزید فضل و رحمت سے نوازے گا ۔ ۱۲۹ پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے ارتداد اور کفر بعد الایمان کے بعد توبہ کرلی اور صلاح و تقویٰ کا راستہ اختیار کرلیا ۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر دیدہ و دانستہ کفر پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ کفر ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا تو ایسے لوگوں کے دلوں پر چونکہ مہر جباریت لگ جاتی ہے اسلئے ان سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے ۔ اور انہیں توبہ کی کبھی ہمت نہیں ہوتی یہاں سلب ہمت ہی کو عدم قبول توبہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی ۔ کیونکہ توبہ بڑے سے بڑے مجرم کی بھی عند اللہ مقبول ہے ۔ جب تک وہ سکرات الموت میں داخل نہ ہو جائے ۔ قالہ الشیخ روح اللہ روحہ ۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ٥ اور یہی لوگ درحقیقت گمراہ ہیں کیونکہ مہر جباریت کی وجہ سے وہ کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوں گے فلن یقبل یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور توفیق توبہ کے بغیر ہی مر گئے ۔ وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکیں گے اگر بالفرض قیامت کے دن زمین بھر سونا انکے ہاتھ آجائے اور وہ اسے بطور فدیہ دے کر عذاب سے بچنا چاہیں تو یہ فدیہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے ۔ الکلام ورد علی سبیل الفرض والتقدیر والمعنی لو ان للکافر قدر ملء الارض ذھبا یوم القیمۃ لبذلہ فی تخلیص نفسہ من العذاب (خازن ج ۱ ص ۳۱۷ ، کبیر ج ۲ ص ۳۹) أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ انہیں بہرحال دردناک عذاب دیا جائے گا ۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا ۔ تو ویسے ہی معافی مل جائے ۔ وفی تعقیب ماذکر بھذہ الجملۃ مبالغۃ فی التحذیر والاقناط لان من لایقبل منہ الفداء ربما یعفی عنہ تکرما (روح ج ۳ ص ۲۲۰) وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ٥ نہ فدیہ دے کر بچ سکیں گے نہ معافی مل سکے گی اور نہ ہی کسی یار و مددگار کی نصرت و یاری اور نہ ہی کسی سفارشی کی سفارش سے نجات مل سکے گی ۔ انہ تعالیٰ لما بین انہ لاخلاص لھم عن ھذا العذاب الالیم بسبب الفدیۃ بین ایضا انہ لاخلاص لھم عنہ بسبب النصرۃ والاعانۃ والشفاعۃ الخ (کبیر ج ۲ ص ۳۷)